مُشتِ خاشاکے



عبدالحق برقؔ

ترتیب و پبلیش: ایاز رسول نازکی

مُشتِ خاشاک

عبدالحق برق

نام کتاب	:	مُشتِ خاشاکے
مُصنف	:	عبدالحق برقؔ
معاونین	:	قرۃ العین
		نذرالاسلام
کمپیوٹر ڈی.ٹی.پی	:	IILS D.T.P CENTRE
		A-471، سیکٹر 2، وِنایک نگر مُٹھی جموں
		رِنکو کول # 9419136369
سال اشاعت	:	2012ء
تعداد	:	500
قیمت	:	₹150.00

کتاب ملنے کا پتہ:

۱۔ ''ہاری پربت''، 7/10 توی وِہار، سِدھرا، جموں۔180017

۲۔ گُلشن پبلشرس، ریذڈنسی روڈ، سرینگر۔

۳۔ کتاب گھر، ایم۔اے۔ روڈ، سرینگر 190001۔

۴۔ کتاب گھر، کنال روڈ، جموں 180001۔

جمع کردم مُشتِ خاشاکے کہ سُوزم خویش را
گُل گماں دارد کہ بَندم آشیاں در گُلستاں

(غنیؔ)

برقؔ کو کون کہے......

پگھل رہا ہے کوئی خواب آنسوؤں میں کیا
دِلوں کا درد نِکھرنے لگا رگوں میں کیا
جھلس رہے ہیں زمانے کی دھوپ میں کب سے
اماں ملے گی کبھی ہم کو گلرخوں میں کیا

(خلیل مامون)

بیسویں صدی کے تیسرے دہاکے میں جن شعرا نے وادی کشمیر سے اُردو میں مشِ سخن کو اپنایا، ان میں کئی نام ایسے ہیں جن کے بارے میں نئی پیڑھی، پُرانی پیڑھی کے لوگ بھی بہت کم جانتے ہیں۔ مثلاً جاوید کشمیریؔ، غ۔م طاؤسؔ، غلام علی بلبلؔ، ملک محی الدین قمرؔ، شری در جو رعنازارؔ، وبد لعل رازؔ۔ اُن کے علاوہ اپنے زمانے کے خوش گلو، خوش گفتار، خوش باش، خوش پوش، اور خوبصورت شاعر اور معروف براڈ کاسٹر، عبدالحق برقؔ کو ناقدوں، تاریخ مرتب کرنے والے دیباچہ نگاروں اور اُردو کے اساتذہ نے نہ صرف نظر انداز کیا ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں کبھی معلومات حاصل کرنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی ہے۔ برقؔ ایک حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے۔ میں نے پہلی بار ان کو اپنے آبائی گاؤں ماڈر بانڈی پورہ میں دیکھا تھا۔ وہ والد مرحوم کے قریب ترین دوستوں میں شامل تھے، اس پر مستزاد ہمارے برادر محترم مرحوم

ریاض الاسلام کی شادی برقؔ کی اکلوتی بیٹی مسعودہ بانو سے ہوئی تھی۔ دوستی کے رشتہ داری میں بدل جانے سے عام طور پر تعلقات میں وہ مزہ نہیں رہتا جو خالص دوستی کا خاصا ہوتا ہے۔ لیکن میرے والد اور برقؔ صاحب کی دوستی میں رشتہ داری نے استواری کے تمام ریکارڈمات کر دیئے۔ برقؔ ایک مرنجان مرنج قسم کے آدمی تھے۔ وضعداری اُنکا طرۂ امتیاز اور سلیقہ ان کی پہچان بن گیا تھا۔ جہلم کے کنارے پر بسنت باغ میں ان کا چھوڑ سا گھر، کتابوں اور نوادرات کا ایک اچھا خاصا میوزیم تھا۔ ان کے کتب خانے میں مخطوطات کے خزانے موجود تھے، خوشی کی بات یہ کہ ڈاکٹر ایاز رسول نازکی نے اُن کرم خوردہ کاغذات کو روشنائی سے آراستہ کرکے رونمائی کے قابل بنا دیا ہے اور کئی مخطوطات کو محنت شاقہ کے بعد اس قابل بنا دیا ہے کہ اب ان کی پہچان ممکن ہوسکی ہے، برقؔ ایک ذات ہی نہیں بلکہ ایک انجمن تھے۔ وہ صوفیانہ موسیقی سے خاصا شغف رکھتے تھے، آج سے سالہا سال قبل جب مولانا فطرتؔ کاشمیری نے انجمن اخوان الصفاء کی بنیاد ڈالی تو برقؔ ایک سچے طالب علم کی حیثیت سے ان کے ساتھ جڑ گئے۔ فارسی زبان و ادب سے شناسائی ہی نہیں، بلکہ فارسی تہذیب جسے ایرانی تہذیب کہنا چاہئے۔ ان کے مزاج کا حصہ تھی۔ وہ اکثر وقت مولانا فطرتؔ کاشمیری اور مولانا حیرتؔ کاملی کے ساتھ گذارتے تھے۔ برقؔ کو اللہ نے لحن داودی سے نوازا تھا، اور وہ صوفیانہ موسیقی کی خاص محفلوں کی زینت بھی ہوتے تھے۔ اس زمانے میں شرفاء اس فن سے لطف تو اُٹھا سکتے تھے۔ مگر خود ساز چھیڑنا، یا اپنی آواز کا جادو جگانا، معیوب تصور کیا جاتا

تھا۔ مولانا حیرتؔ اور مولانا فطرتؔ دونوں شریعت کی پابندی کرنے والے بزرگ تھے۔ مگر تصوف کے اسرار موز سے دلچسپی نے انہیں صوفیوں کے زُمرے میں شامل کر لیا تھا۔ مولانا رومیؔ، حافظؔ شیرازی، صائبؔ، غنیؔ کشمیری، محمد جامؔ، عرفیؔ وغیرہ کے اشعار اُن کے روزمرہ کلام میں ان کی گفتگو کے اسلوب کا حصہ بن گئے تھے۔ برقؔ ان ہی اہل نظر کی نظر میں سما گئے، اور بقول فطرتؔ ''وہ ہماری گود کے پالے تھے۔ اور ہماری تربیت نے ان کو پہلے فارسی بعد میں اُردو اور پھر کشمیری میں شعر کہنے کا حوصلہ دیا''۔

برقؔ کی فیملی کشمیر کی مختصر ترین فیملی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

برقؔ کی والدہ ٹاٹھی، برقؔ کی بیگم بوبہ، اور مسعودہ بانو ان کی دختر نیک اختر جو بعد میں بیگم ریاض الاسلام ہوگئی۔ اپنے مختصر خاندان کو دیکھ کر انہوں نے کلام بھی اِسی مناسبت سے بہت کم کہا ہے۔ یہاں میں ان کے کلام کا جائزہ، لینے سے پہلے یہ عرض کروں کہ اس شخص میں نکھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے کیا کیا امکانات تھے، جو افسوس سے کبھی حقیقت نہ بن پائے۔ وہ نظم و نثر کی کسی بھی صنف میں نام کما سکتے تھے۔ ریڈیو، فیچر اور ڈرامہ لکھنے کی صلاحیت اور میوزیکل فیچر ترتیب دینے میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ آل انڈیا ریڈیو جالندھر میں غالبؔ صدی کے موقعے پر ان کا فیچر ''تہیہ طوفان'' اُس سال کے بہترین پروگراموں میں شمار ہوتا ہے۔ فارسی شاعری اور موسیقی سے ان کا تعلق آخری وقت تک ان کا سہارا تھا۔ انہوں نے مدت سے لکھنا ترک کیا تھا۔ وہ اب نہ تو شعر کہتے تھے، نہ ہی نثر کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے۔ جو غیر مطبوعہ کلام

ریاض الاسلام کی شادی برقؔ کی اکلوتی بیٹی مسعودہ بانو سے ہوئی تھی۔ دوستی کے رشتہ داری میں بدل جانے سے عام طور پر تعلقات میں وہ مزہ نہیں رہتا جو خالص دوستی کا خاصا ہوتا ہے۔ لیکن میرے والد اور برقؔ صاحب کی دوستی میں رشتہ داری نے استواری کے تمام ریکارڈ مات کر دیئے۔ برقؔ ایک مرنجان مرنج قسم کے آدمی تھے۔ وضعداری اُنکا طرۂ امتیاز اور سلیقہ ان کی پہچان بن گیا تھا۔ جہلم کے کنارے پر بسنت باغ میں ان کا چھوڑ سا گھر، کتابوں اور نوادرات کا ایک اچھا خاصا میوزیم تھا۔ ان کے کتب خانے میں مخطوطات کے خزانے موجود تھے، خوشی کی بات یہ کہ ڈاکٹر ایاز رسول نازکی نے اُن کرم خوردہ کاغذات کو روشنائی سے آراستہ کرکے رونمائی کے قابل بنا دیا ہے اور کئی مخطوطات کو محنت شاقہ کے بعد اس قابل بنا دیا ہے کہ اب ان کی پہچان ممکن ہوسکی ہے، برقؔ ایک ذات ہی نہیں بلکہ ایک انجمن تھے۔ وہ صوفیانہ موسیقی سے خاصا شغف رکھتے تھے، آج سے سالہا سال قبل جب مولانا فطرتؔ کاشمیری نے انجمن اخوان الصفاء کی بنیاد ڈالی تو برقؔ ایک سچے طالب علم کی حیثیت سے ان کے ساتھ جڑ گئے۔ فارسی زبان و ادب سے شناسائی ہی نہیں، بلکہ فارسی تہذیب جِسے ایرانی تہذیب کہنا چاہئے۔ ان کے مزاج کا حصہ تھی۔ وہ اکثر وقت مولانا فطرتؔ کاشمیری اور مولانا حیرتؔ کاملی کے ساتھ گذارتے تھے۔ برقؔ کو اللہ نے لحن داودی سے نوازا تھا، اور وہ صوفیانہ موسیقی کی خاص محفلوں کی زینت بھی ہوتے تھے۔ اس زمانے میں شرفاء اس فن سے لطف تو اُٹھا سکتے تھے۔ مگر خود ساز چھیڑنا، یا اپنی آواز کا جادو جگانا، معیوب تصور کیا جاتا

تھا۔ مولانا حیرتؔ اور مولانا فطرتؔ دونوں شریعت کی پابندی کرنے والے بزرگ تھے۔ مگر تصوف کے اسرار موز سے دلچسپی نے انہیں صوفیوں کے زُمرے میں شامل کر لیا تھا۔ مولانا رومیؔ، حافظؔ شیرازی، صائبؔ، غنیؔ کشمیری، محمد جامؔ، عرفیؔ وغیرہ کے اشعار اُن کے روزمرہ کلام میں ان کی گفتگو کے اسلوب کا حصہ بن گئے تھے۔ برقؔ ان ہی اہل نظر کی نظر میں سما گئے، اور بقول فطرتؔ ''وہ ہماری گود کے پالے تھے۔ اور ہماری تربیت نے ان کو پہلے فارسی بعد میں اُردو اور پھر کشمیری میں شعر کہنے کا حوصلہ دیا''۔

برقؔ کی فیملی کشمیر کی مختصر ترین فیملی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔ برقؔ کی والدہ ٹاٹھی، برقؔ کی بیگم بوبہ، اور مسعودہ بانو ان کی دختر نیک اختر جو بعد میں بیگم ریاض الاسلام ہوگئی۔ اپنے مختصر خاندان کو دیکھ کر انہوں نے کلام بھی اِسی مناسبت سے بہت کم کہا ہے۔ یہاں میں ان کے کلام کا جائزہ، لینے سے پہلے یہ عرض کروں کہ اس شخص میں نکھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے کیا کیا امکانات تھے، جو افسوس سے کبھی حقیقت نہ بن پائے۔ وہ نظم و نثر کی کسی بھی صنف میں نام کما سکتے تھے۔ ریڈیو، فیچر اور ڈرامہ لکھنے کی صلاحیت اور میوزیکل فیچر ترتیب دینے میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ آل انڈیا ریڈیو جالندھر میں غالبؔ صدی کے موقعے پر ان کا فیچر ''تہیہ طوفان'' اُس سال کے بہترین پروگراموں میں شمار ہوتا ہے۔ فارسی شاعری اور موسیقی سے ان کا تعلق آخری وقت تک ان کا سہارا تھا۔ انہوں نے مدت سے لکھنا ترک کیا تھا۔ وہ اب نہ تو شعر کہتے تھے، نہ ہی نثر کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے۔ جو غیر مطبوعہ کلام

حاصل ہوا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ 1955 کے بعد انہوں نے لکھنے کا دفتر ہی بند کر دیا تھا۔ وہ ریڈیو کی مصروفیات کے بعد اپنا وقت، قرۃ العین، (بے بی) یعنی نواسی، اور نذر اسلام (نواسا) کے ساتھ گذارتے۔ وہ اِن بچوں کی تعلیم و تربیت میں خاصی دلچسپی لیتے۔ یہی ان کی کُل کائنات تھی۔ علاوہ ازیں ان کے ایک دوست تھے، محمد امین بچھ صاحب۔ جو نہایت سنجیدہ ذوق رکھنے والے جرنلسٹ اور شاعر نواز اور شعر فہم بزرگ تھے۔ وہ کشمیر کے ایک خاص طبقہ خواجگاں کی تقریباً آخری نشانی تھے۔ برقؔ اور امین صاحب کی دوستی کا بیان ایک ایسی سچی داستان ہے جس پر اس کہانی کے شاہدین کو بھی بمشکل یقین آتا ہے۔ 1994 میں جب موجودہ سیاسی حالات ناگفتہ بہ تھے، کرفیو کا نفاذ، فوج اور جنگجوؤں کی جھڑپیں، دھینگا مشتی، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا۔ حکومت کے اہم عہدے دار مشکل سے ہی اپنے گھروں سے نکلتے یا کسی دوست رشتہ دار کی خیر و خبر دریافت کرتے تھے۔ انہی دونوں عبدالحق برقؔ کی موت کی خبر آناً فاناً پھیل گئی جون کی گرمی، اس پر کرفیو کا نفاذ، میرے اہل خانہ موصوف کے گھر واقع باغوان پورہ وارد ہوئے۔ برقؔ بسنت باغ کا آبائی مکان ترک کر کے باغوان پورہ نگین لیک کے کنارے ریاض الاسلام کی پرشکوہ کوٹھی میں منتقل ہوئے تھے۔ یہیں انکا انتقال ہوا۔ افسوس بگڑتے ہوئے حالات کی وجہ سے نہ میں اُن کے جنازے میں شامل ہو سکا اور نہ کئی سال تک تعزیت پرسی کیلئے جا سکا۔

فرحتؔ گیلانی اور محمد امین بچھ ایک گاڑی میں سوار تھے۔ یہ لوگ برقؔ

کو مزار میں سپردِ خاک کر آئے تھے۔ فرحتؔ دونوں کے تعلقات سے واقف تھے، محمد امین بچھ نے ایک آہ بھری اور رقت آمیز لہجے میں کہا: ''برقؔ مجھ سے عمر میں صرف 4 دِن چھوٹا تھا۔ جب سکول میں داخلہ ہوا، تو یہ شخص چار دن لیٹ آیا، آج جب یہ سفر آخرت پر روانہ ہوا، مجھے لگتا ہے مجھ سے چار دِن بعد ملے گا۔ اللہ کرے چار دِن بعد مجھے بھی اپنے پاس بُلائے۔'' یہ کہہ کر امین بچھ خاموش ہو گئے۔ عین چار دِن کے بعد جب برقؔ کی رسم چہارم ہونے والی تھی، تو محمد امین بچھ کے انتقال پر ملال کی خبر آئی۔

اتفاقات ہیں زمانے کے،

لیکن ایسے اتفاقات بہت کم ہوتے ہیں، اور ایسی دوستیاں بھی اب مفقود ہیں، برقؔ پیشے سے ایک پالی تکنک انجینئر تھے، انہوں نے انجینئرنگ کی ابتدائی تربیت تیکنکل سکول سرینگر میں حاصل کی تھی۔ جو آزادی کے بعد پولی تکنک کالج میں تبدیل ہوا۔ ایک سالہ ڈپلوما کورس انہوں نے بریلی میں حاصل کیا تھا۔ شخصی حکومت میں مشکل سے تیکنکی سکول میں انسٹرکٹر کی ملازمت ملی۔ جس میں وہ خوش تھے۔ 1948 میں غلام حسن بیگ عارفؔ جو ریڈیو کشمیر کے اولین پروگرام ڈائریکٹر تھے، کی وساطت سے ریڈیو کی برادری میں شامل ہوئے۔ پہلے پہل خبریں پڑھتے تھے، بعد میں ٹرانسمیشن ایگزیکٹیو ہوئے، اور پروگرام ایگزیکٹیو کے ممتاز عہدے سے وظیفہ یاب ہوئے۔

مصوری اور خاص طور پر پوٹریٹ بناتے تھے۔ تجریدی آرٹ سے بخوبی واقف تھے۔ کلچرل کانگریس سے وابستہ ہوئے تو اُن کی شہرت میں چار

چاند لگ گئے، ''گُلریز'' ماہنامہ کی بزم ادارت میں شامل رہے۔ اسکے علاوہ اور کئی دوسری تنظیموں سے بھی ان کی وابستگی تھی۔

کلچرل کانگریس نے کشمیر کے ادیبوں، شاعروں، مصوروں اور فنون لطیفہ سے وابستہ دوسرے کلاکاروں کو ایک فورم مہیا کیا۔ اور اس ادارے کے ذریعے کشمیری زبان و ادب ہی نہیں بلکہ دوسرے شعبوں میں بھی انقلاب انگیز تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ برقؔ کے معاصرین میں سوم ناتھ بھٹ ایک باوقار اور معتبر مصور کی حیثیت سے ابھرے تھے۔ برقؔ ان کے پڑوسی بھی تھے، اور دوست بھی۔ بھٹ نے یہاں کے مصوروں کی ایک پوری پود کو متاثر کیا ہے۔ برقؔ ان کے دوست تھے، برقؔ کبھی کبھی موقلم سے دِل بہلاتے اور صوفیانہ موسیقی کی محفلوں میں سُر ملاتے تھے۔ ان کی شخصیت کا رکھ رکھاؤ، سبھاؤ اور سجاؤ فنون لطیفہ سے آشنائی کا ہی نتیجہ تھا۔ مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے، مشہور سکھ مصور لابھ سنگھ نے مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کیلئے سوہنی مہیوال کی تصویر بنائی تھی، اس کے تمام حقوق مہاراجہ کے پاس تھے۔ لابھ سنگھ کے کچھ چاہنے والوں نے جن میں برقؔ بھی شامل تھے۔ اس فن پارے کو جملہ حقوق کی قید سے آزاد کرایا۔ ڈاکٹر کرن سنگھ نے بخوشی ان کی درخواست قبول کی۔ اسکے بعد سوہنی مہیوال کے پرنٹ منظر عام پر آئے۔ برقؔ نے پورے اہتمام سے اس فن پارے کو فریم میں سجا لیا۔ اور مجھے دیر تک اسکی خوبیاں سمجھاتے رہے، وہ فن پارے آج بھی اُن کے نواسے نذر الاسلام کے پاس محفوظ ہیں۔

برقؔ بھاگ دوڑ کے قائل نہیں تھے۔ آرام پسندی ان کی طبیعت میں

شریک غالب کی حیثیت رکھتی تھی۔ بلاوجہ جوکھم اُٹھانا ان کے معمولات میں شامل نہیں تھا۔ اپنے دائرہ کار کو زیادہ پھیلانے میں یقین نہیں رکھتے تھے۔ مرنج رنج ریل پیل سے الگ اپنے کام سے کام رکھنے والے، ایک شریف النفس انسان۔ جس کی زندگی میں نہ تو جمود تھا اور نہ ہی تلاطم خیزیاں کہ اطمینان سے سانس نہ لے سکے۔ برقؔ کے کلام کا جو حصہ دستیاب ہوا ہے، وہ مختصر سہی مگر جامع ہے۔ اس میں فارسی، اُردو اور کشمیری میں ان کے سرمایہ شاعری کا لگ بھگ پورا خزانہ موجود ہے۔ میں کلام پر تبصرہ تو نہیں کرونگا۔ لیکن چند باتیں ضرور کہونگا۔

برقؔ اگر فارسی میں لکھتے تو فارسی کے اعلیٰ پایہ کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ برقؔ اگر مستعدی سے اُردو میں لکھتے تو کشمیر کے مکتب اُردو میں اہم جگہ حاصل کرتے۔ برقؔ جب کشمیری کی طرف راغب ہوئے تو انہوں نے نیم روایتی انداز میں ایسے انداز دکھائے کہ ان میں سارے منظر پر چھا جانے کی صلاحیت پکار پکار کر کہتی ہے

کرشمہ دامن دِل میں کشد کہ جا ایں جاست

یہاں آپ کے تفنن طبع کیلئے چند اشعار پیش کرتا ہوں، فیصلہ آپ کریں، کیا آج سے 60 سال پہلے لکھے گئے یہ اشعار کسی بھی اعتبار سے خالص شاعری کی کسوٹی پر پورے نہیں اُترتے

تکلفات تکلم بھی ایک قیامت ہے
نہیں ہوا جو میں ہوں فقط جناب ہوا

بہت میری تسکین روح کا ساماں
کبھی نگاہ ترحم کبھی عتاب ہوا

برقؔ کا جو بھی کلام ہمیں ملا ہے، اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہر تخلیق پر تاریخ اور سن کے علاوہ اس جگہ کا نام بھی درج ہے، جہاں فن پارہ وجود میں آ گیا۔ اس سے ناقدِین کو کلام کے پس منظر کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی، اور تجزیہ کرتے وقت وہ سارے عوامل سامنے آئیں گے، جس سے شاعر کسی نظم یا غزل میں تجربے کے مختلف مراحل سے گذر گیا ہو گا۔ یہ شعر سنئے، جو 10 فروری 1939 میں ڈنہ کچیلی مظفر آباد میں کہے گئے ہیں۔ یہ ایک بہاریہ نظم ہے جو ایک خاص پسِ منظر میں شاعر کے بطون میں بند ہوتے ہوئے اور کھلتے ہوئے روشندانوں کا پتہ دیتی ہے

رنگ میں ڈوبی ہوئی اور راگ میں ڈوبی ہوئی
کیف اور سرشاریوں کی آگ میں ڈوبی ہوئی
آج اٹھلاتی ہوئی ہوتی ہے کچھ بادِ بہار

☆

کس ادا سے چھیڑتی ہے نغمہ اشجار کو
اونچی تانوں میں اڑاتی ہے میرے اشعار کو
مژدۂ فرحت سناتی ہے دِل بیمار کو
دوش پر اپنے اڑاتی ہے پرندوں کے قطار

پوری نظم ایک تسلسل سے آگے بڑھتی ہے اور انجام تک یوں آتی ہے

یہ ہوائیوں ہی نہیں ہے یہ ہوائے نو بہار
اس ہوا کا جیب و دامن چاک کرنا ہے شعار
گفت پیغمبر زِ اصحاب کبار
تن بپوشنید از باد بہار

فارسی آمیز زبان اس زمانے کی شعری زبان تھی، اعلیٰ اور ارفع اُردو شاعری میں ترکیب، تشبیہ اور رمزو کنایہ کو بالکل فارسی شعراء کی طرح استعمال میں لانا۔ استادانہ کلام کی زینت میں شمار تھا، اسی زمانے میں کشمیر میں برقؔ کسی آسانی اور جولانی سے ہندی کا گیت لکھتے تھے

پی پی بولے روز پپیہا پریم سندیسہ لائے
جھنیگر اپنی فریادوں سے دِل میرا بھر مائے
میٹھا میٹھا درد اُٹھا ہے دِل کے پھوڑے پھپھولے
دھیرے دھیرے ہولے ہولے پریم کا پنچھی بولے

یہ وہ وقت تھا جب میراؔجی شاعدری میں گیت کی بازیافت کر رہے تھے، اور دیوند ستیارتھی گاؤں گاؤں جاکر گیتوں کے موتی چن چن کر اپنی مالا میں پرو رہے تھے۔ اس وقت کشمیر سے برقؔ گیت کا نذرانہ لیکر اُردو دنیا میں وارد ہوا تھا۔ مگر کیا کیجیے، اس شاعر میں استقامت نام کو نہیں تھی۔ اور شاعری جیسی دولت گراں مایہ کو ہمیشہ شوق فضول سے تعبیر کر کے شاعری کے بیش بہا نگینوں سے اُردو کو محروم رکھا۔ اسی طرح آزاد نظم 1940 میں اپنے عروج کی طرف مائل تھی۔ برقؔ نے انہی دنوں کئی آزاد نظمیں بھی کہی ہیں۔ مگر ان

میں بھی وہ 'نمونوں' سے زیادہ آگے نہ بڑھ پائے۔ جہاں تک کشمیری حصے کا تعلق ہے ان کی نظم آبشار، آزادؔ کی نظم دریا کے زمرے میں رکھی جانے کے قابل ہے، اِسی وجہ سے پروفیسر محی الدین حاجنیؔ نے اس نظم کو کشمیری شاعری کی انتھولوجی میں شامل کرلیا تھا۔ اس نظم کی روانی آزادؔ کی نظم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ موضوع بھی لگ بھگ ایک ہے۔ آزادؔ زندگی میں تحریک اور تموج کے قائل ہیں۔ برقؔ آبشار کی اٹھان کے بعد اس کے ندی نالوں میں آہستہ خرامی سے خوش ہیں۔

ایک اورنظم ہے...... "غنیمت پزٕتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منز"

نظم کی فکر انگیزی کا عالم یہ ہے کہ رحمان راہیؔ کو اسکے جواب میں ایک نظم لکھنی پڑی۔ یعنی اس نظم نے ان کو جھنجھوڑ دیا، اور کئی سوالات پیدا کر دیئے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ برقؔ ایسا شاعر نہ تھا، جس کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ اس نے جو بھی کہا ہے وہ قابلِ اعتناء ہے۔

عزیزہ قرۃ العین اور نذرالاسلام نازکی نے اس مجموعہ کو شائع کر دیا ہے۔ اور برادر عزیز ایاز رسول نازکی نے اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ اُن کو جزائے خیر دے۔

فاروق نازکیؔ

شیو پورہ سرینگر 2012ء

☆☆☆


حصّہ اُردو

فی نعت النبی صلعم

اے صاحبِ کمال دِرایت کے مُفتخر
اے صاحبِ جمال عنایت کی اِک نظر

روحِ روانِ آدم و محبوب کِبرّیا
ہیں انبیا و اتقیا کے آپؐ منتظر

گرد رہ حجاز کی تعریف کے لئے
گر عُمر خضر بھی ملے ہے وہ بھی مختصر

ہیں مہرو ماہ و مشتری سب ذرّہ چیں ترے
لمعات نُور رُخ سے زمانہ ہے بہرہ ور

بیضائے روے ناز سے روشن ہے کائنات
"یا صاحب الجمال و یا سیّدالبشر
مِن وجہک المنیر و لقد نُورّ القمر"

تعریف ہُو سکے نہ تیرے خُو کی ہُو بہو
تصویر کھچ سکے نہ کسی مُو کی مُو بہ مُو

قُمری و عندلیب ہیں سب مدح خواں ترے
باد صبا تلاش میں پھرتی ہے چارسُو

دلہائے تنگ تنگ بغل گیر ہیں تجھے
گُلہائے رنگ رنگ تُجھی سے ہیں سُرخ رُو

ہِمّت کہاں زباں کو جو تعریف کر سکے
جُرأت کہاں نظر کو، ٹھہر جائے رو بہ رو

گر ذرّہ ذرّہ ہو زباں اور ہر زباں پہ وصف
"لایُمکن الثناء کما کان حقّہٗ
بعد از خدا بزرگ .توئی قِصہ مختصر"

☆

نعت

اے ختم رُسل، مالکِ کُل، کانِ تجمّل
سالارِ اُمَم، سیّدو تکمیل تکمّل
در شوقِ تواز دست رود تاب و تحمّل
ہر لحظ ہر زما، بخموشی و گفتگو
صلوات بر محمّد و اصحاب و آل ِ اُو

آیا بُو د کہ باز بہ بینم جمال ناز
سر برنہم بہ پائے تُو و از سرِ نیاز
گویم زِ حال خستہ و خوانم بہ سوز و ساز
خوں نا بہ ہاے اشک روانیدہ جوبجو
صلوات بر محمّد و اصحاب و آل ِ اُو

میں در بہ در تلاش میں پھرتا ہُوں کُو بہ کُو
پر وہ میری خطائیں ہیں ورنہ وہ رُو بہ رُو
یا ''غافرالذّنوبؔ'' یہ پردہ ہٹائیو
دُونوں جہان میں مجھے کر دیجو سُرخ رُو
صلوات بر محمّد و اصحاب و آلِ اُو

مُجھ کو کیا ہے دَورِ جہالت نے پا بہ ِگل
اور معصیت سے اور بھی ہوتا ہوں مضمحل
ہاں ایک بات ہے اَبھی زندہ ہے میرا دِل
بس اسکا واسط خطا میری معاف ہو
صلوات بر محمّد و اصحاب و آلِ اُو

کیاہ روز دماہ بوز دِلک سانہِ ولہ زار
دؤرِبرِ چانہِ سینہٕ گمٕتی عاشقن فگار
بَس آرزو اَسہِ ہا و دَماہ موکھ پٕنن دیدار
از اشہِ ولنہِ رویہِ سیٖہس کوٚر میٚیہ شُست وشو
صلوات بر محمّد و اصحاب و آل اُو

اَز بُرد یَمن رویے پُرانوار میٖہ ہاۤوِو
وز لعل لبت دُرِّ گہُر بار میٖہ باۤوِو
زُلفین ِ دُوتا، مویے عنبر بار میٖہ ہاۤوِو
ایے صُبح ازل رُویے تو و شامِ ابد مُو
صلوات بر محمّد و اصحاب و آل اُو

(سری نگر ۱۳۶۰ھ، ۹ ماہ ربیع الاول)

☆

---

۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ کو مجلس میلادالنبی صلعم میں یہ نعت میں نے اپنے یہاں پڑی تھی۔ ''دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'' کے زیرِ اثر سب مجلس رو پڑی تھی اور پڑھنے والے کا تو اپنا حال تھا۔ وہ کیسے نہ روتا۔ ایک مُلّا زادہ نے محض فی ''سبیل الطاغوت'' یہ بات اُڑا دی کہ برقؔ پیا ہُوا تھا۔ اسی لئے وہ رویا اور دوسروں کو بھی رُلانے میں کامیاب ہوگیا۔ مُجھ سے کسی نے پُوچھا۔ تو میں نے کہا کہ ''ہاں جو مَے میں پیتا ہُوں اُسکا تقاضا رونے اور رُلانے کے سِوا اور کُچھ نہیں۔ اور جو مَے مکّار مُلّا پیتا ہے اُسکا تقاضا یخنی پُلاو اور حلوا ہے۔ برقؔ۔

اَلسّلام

اَلسّلام اے مصطفیٰؐ کے لاڈلے تُم پر سلام
اے شہیدِ کربلا، کرب و بلا تیرا مُقام
اَلسّلام اے فاطمہ کے لال تُم پر ہو سلام

اے شہیدِ راہِ حق اے جذبۂ ایمان و دیں
رہ گیا زندہ تیرے ایثار سے قرآن و دین
تیری جودت، تیری سطوت، تیری عزت کی قسم
تا ابد، مانیں گے لو ہا تیرا سکّانِ زمین
اور ہم بھیجا کریں شام و سحر تُم پر سلام
اَلسّلام اے مصطفیٰؐ کے لاڈلے تُم پر سلام

تُو نے پیاسوں کے لئے پیدا نئ کردی سَبیل
اور غافل کے لئے تیری صدا بانگِ رحیل
غیرتِ صد حُسن یُوسف ہے تیرا حسن جمیل
آج تک کیا تا ابد کوئی نہیں تیرا مثیل
مرتبہ تیرا بلند ارفع تمہارا ہے مُقام
السّلام اے مصطفیٰ ؐ کے لاڈلے تُم پر سلام

(لیڈی ہارڈنگ سرائے، دِلّی، جنوری ۱۹۴۴ء)

☆

غزل

رہینِ منت ساقی و ہم رباب ہُوا
مُدام تیری نوازش سے آب آب ہُوا

وہ جوشِ حُسن کہ اللہ رے طپش اُسکی
کہ جس کے سوزِ نہاں سے جگر کباب ہُوا

اگر کہیں کہو ہاں تو پھر اسکے کیا کہنے
تیری زباں سے نہیں بھی تو لاجواب ہوا

کشاکشِ شبِ ہجران و آرز وے وصال
یہ زندگی نہ ہوئی مستقل عذاب ہُوا

تیری نگاہِ نظر سوز، اُف ارے توبہ
"تیرا حجاب نہ کرنا بھی اِک حجاب ہُوا"

خدائے حُسن ترا حسن بھی میرے حق میں
صواب ہو نہ سکا، کیا ہُوا عذاب ہُوا

جگایا اُنکو تغافُل سے میری آہوں نے
اور آنکھ کھلتے ہی اُلفت کا فتح باب ہُوا

بہت ہُوا میری تسکین روح کا ساماں
کبھی نگاہِ ترحّم کبھی عتاب ہُوا

تکلفاتِ تکلم بھی اِک مصیبت ہے
نہیں ہوا وہ جو میں ہُوں فقط جناب ہُوا

وہ اُنکی بزم طرب اور میں بصد مشکل
ہزار حیل و حوالہ سے بار یاب ہُوا

تمہاری برقِ تجلّی کی تاب لا نہ سکا
نگاہ شوق ہُوئی خیرہ اضطراب ہُوا

☆

---

۳۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء ایس۔پی کالیج ہال سری نگر میں آل اِنڈیا اُردو ڈے کی تقریب پر یہ طرحی غزل پڑھی گئی۔ صدر بزم مشاعرہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم تھے۔ مصرعہ طرح ہے: ''تیرا حجاب نہ کرنا بھی اک حجاب ہُوا''۔

باد بہار

رنگ میں ڈوبی ہُوئی اور راگ میں ڈوبی ہُوئی
کیف اور سرشاریوں کی آگ میں ڈوبی ہُوئی
آج اٹھلاتی ہُوئی آتی ہے کُچھ باد بہار

کِس ادا سے چھیڑتی ہے نغمۂ اشجار کو
اونچی تانوں میں اڑاتی ہے میرے اشعار کو
مژدۂ فرحت سناتی ہے دِل بیمار کو
دُوش پر اپنے اُڑاتی ہے پرندوں کے قطار
چھیڑتی ہے مہہ رخوں کے زُلف کو رُخسار پر
اور چلمن کو چڑھاتی ہے سرِدار پر
کُچھ قرار اِسکو نہیں گویا ہے نوکِ خار پر
اِس طرف سے اُس طرف جاتی ہے بس دیوانہ وار

کیا غرض اِسکو کِسی آتشؔم سے یا داراؔب سے
لڑنے آئی تو نہیں رُستم سے یا سہراب سے
بادہ خواروں کو جگا دیتی ہے لطف خواب سے
سینچتی ہے خون عاشق سے دوبارہ لالہ زار

میکدوں کے ساز و ساماں لے کے آتی ہے نئے
مُغ نئے ساقی نئے نغمے سناتی ہے نئے
گیت بھی اب کے جو گاتی ہے تو گاتی ہے نئے
ریڈیو پر لے کے آتی ہے نئے ساز و سِتار

سر بسر سر سبز کر دیتی ہے پتّے تاک کے
ڈھانپتی ہے فرشِ مخمل سے یہ بستر خاک کے
ہاں پرِ پرواز تو لے عاشقِ بے باک کے
جھومتے ہیں اِس ہَوا میں یہ پرانے مَے گُسار

یہ ہَوا یُوں ہی نہیں ہے یہ ہوائے نو بہار
اس ہوا کا جیب دامن چاک کرنا ہے شعار
"گفت پیغامبر بہ اصحاب کِبار
تن بپو شانید از بادِ بہار"
(ڈنہ کچیلی مظفر آباد، ۱۰رفروری ۱۹۳۹ء)

☆

"پھول تو دو دِن بہار جاوداں دِکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے"

☆

ہے دِل بھی داغدار، جگر بھی ہے داغ دار
طوفان غم ہجوم اَلَم دیدہ اشکبار
سینہ فُغان و آہ سے ماتم کدہ بنا
دِلِ اور جگر و فور اَلم سے ہے لالہ زار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار

ہیں تیرو تار روز و شب تیرے بغیر اب
تھی یہ اُمید کب مجھے تھا یہ خیال کب
وہ توتلی زبان کی باتیں ہیں یا دسب
اُٹھتے ہیں جنکی یاد میں دِل سے مرے شرار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار

ہوتا تھا جب کبھی میرا خاطر فسردہ سا
آ کر لپٹ گلے سے دیتی تھی تُم ہنسا
خوش ہو کے چیختی تھی کہ لیجئے ابّاؔ ہنسا
ہوں اب نڈھال آ کے ہنسا مجھ کو ایک بار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار
رونق رہی نہ گھر کی نہ دِل کو سکون ہے
دیوانہ ہو رہا ہوں کہ مجھ کو جنون ہے
کچھ ہوش ہی نہیں مجھے یہ کیا فسون ہے
دنیائے اعتبار کو روتا ہوں بار بار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار
اماں تیری، فراق سے کرتی ہے آہ آہ
آپا تیری پکارتی ہے تُجھ کو طاہرہ
گڑیا تمہاری دیکھ رہی ہے تمہاری راہ
میری نہ پُوچھ ہے میری حالت بہت نزار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار

گردِ ملال دھُل نہ سکا اشک غم سے بھی
رنج و اَلم نہ کم ہُوا چشمِ نم سے بھی
مے سے علاج ہو نہ سکا جامِ جم سے بھی
رونے سے دِل کا دُور ہُو کیا خاک یہ غبار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار

آرام و صبر و تاب و شکیبا نہیں رہا
تسکین و ہُوش و بادہ و مینا نہیں رہا
ہر بات میں وہ پہلا سلیقہ نہیں رہا
اپنے لئے تو برقؔ ہے کیا باغ کیا بہار
آجا! کہ ہوں فراق میں، میں تیرے بے قرار

(سری نگر، رمضان المبارک ۱۹۴۴ء)

☆

گیت

پی پی بولے روز پپیہا پریم سندھیسہ لائے
جھینگر اپنی فریادوں سے دِل میرا بھر مائے
میٹھا میٹھا درد اُٹھا ہے دِل کے پھوڑے پھپھولے
دھیرے دھیرے ہولے ہولے
پریم کا پنچھی بولے

اپنے دِل کی ناو بناؤں پریم ندی کو لے کر جاؤں
پریتم تُم کو اُس میں بٹھاؤں ہلکے سے پتوار چلاؤں
گیت تمہارے گاتا جاؤں ناو نہ کھائے جھکولے
دھیرے دھیرے ہولے ہولے
پریم کا پنچھی بولے

دیکھ دیکھ کے راہ تمہاری　　رین کٹی جاتی ہے ساری
بھور ہوئی چاہے ہے پل میں　　روشن قسمت ہو گی ہماری
پل بھر ہی کو تُم بھی آؤ　　کون یہ تُم سے بولے
دھیرے دھیرے ہولے ہولے
پریم کا پنچھی بولے

(گڑھی ہٹیاں ڈوپٹہ ۱۹۴۱ء)

☆

علامہ اقبالؒ

خود فراموشی کے عالم کو دیا درسِ خودی
سست گامی کو پڑھا دی تیز گامی کی حُدی

سینۂ افلاک کو چیرا نگاہ تیز سے
صُور اسرافیل چونکا بانگ محشر خیز سے

مردِ حق کے نعرۂ ہُو حق سے تھرایا جہاں
ششدر و حیراں ہُوئے یک لخت سب کون و مکاں

دیدۂ افکار کو بخشی فروغِ مہر و ماہ
نفی بے اثبات کی بستی کو کر ڈالا تباہ

لا و الاّ کو دیا وہ امتزاجِ یک نفس
رُوحِ اِلاّ کے لئے موزون کی لا کی قفس

عشق و مستی کو دیا درسِ وفا طرز بقا
ماہ سیماؤں کو دِکھلا دی رہِ ترک جفا

بے عمل کو کی عطا ذوقِ عمل کی زندگی
دیدۂ اہلِ نظر کو بخش دی تا بندگی

مرد، حق آگاہ تھے کیا حضرتِ اقبال بھی
زندۂ جاوید وہ اور اُنکا قیل و قال بھی

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" اُن کا پیام
تیغ جوہر دار ہے غفلت مگر اسکی نیام

آرزوئے بے عمل شرمندہ و بے آبِ رُو
زندگی پیہم عمل پیہم وفا و جستجو

گوش دارو رہ پیچ اے سست گامِ راہِ زیست
پیرِرومی کیست؟ اگر دانی مُریدِ ھند کیست

مُرید ہندی:

"زآتش مردان حق می سوزمت
نکتہ از پیر رُوم آموزمت"

اقبالؒ

پیرِرومی:

"بندہ باش و برزمیں روچوں سمند
چُوں جنازہ نے کہ بر گردن براند"

مولانائے رومؒ
(سری نگر، ۱۹۴۸ء)

☆

جنون

فسادِ عقل کو اپنے بغاوت یا جنوں کہیے
ہوس رانی کی سب اغراض کا اسکو فسوں کہیے

کُریدا گر دِلِ مفطر کو سوزِ عشق و مستی نے
ستایا گر زمانے کی بلندی اور پستی نے

اُبھارا گر کہیں جذبات ہی کو مے پرستی نے
لگا دی آگ ہو گر دِل میں افکارِ الستی نے

اُجاڑا ہو اگر ہُوش و خرد کی سرپرستی نے
لتاڑ ہو اگر مِل جُل کے ساری دِل کی بستی نے

تو آپ ایسے جنوں کو بے دھڑك سوزِ دروں کہیے
اور اسکے ہمنوائوں کو سِتار وار غنوں کہیے

اگر توحید باری کو ذرا کُچھ کم سمجھتے ہیں
اگر تسکینِ جاں کو آپ بھی ماتم سمجھتے ہیں

اگر تو رُوح کی بالیدگی کو غم سمجھتے ہیں
نفس کی آمد و شُد کو جُو زیر و بم سمجھتے ہیں

سمندر کو جو کم فہمی سے چشمِ نم سمجھتے ہیں
اگر ترِ یاق ہی کو آپ مہلک سم سمجھتے ہیں

ہِلال اور ہل ہی کو جو آپ بھی پرچم سمجھتے ہیں
مداوائے غم دوراں جو بس اِک رم سمجھتے ہین

تو اسکو عقل و ہوش اُڑنے کا اِك اچھا شگوں کہیے
چرا کہیے نہ چُوں کیجئے نہ ہرگز چند وچوں کہیے

گراں خوابی میں دیکھا ہے کبھی جو خواب امیری کا
اگر سودا ہے سر میں آپ کے بھی ملک گیری کا

جو چڑھ بیٹھا ہے سر میں بھوت اپنی بدضمیری کا
نشہ چھایا ہے جو اعصاب جاں پر بدخمیری کا

کچھو کے دے رہا ہے طمع جو جاگیر گیری کا
رئیسی کا، نوابی کا، امیری کا، وزیری کا

تو لڑ مرئے اور اِس لڑنے کو احوالِ زبوں کہیے
اور اپنے لا و لشکر کو بھی اسلامی قشوں کہیے

مگر ہاں اس جنوں کو آپ کم کہئے فزوں کہیے
کہیں ایسا نہ ہو جو آپ اِسکو کُشت و خوں کہیے
(سری نگر، ۱۹۴۹ء)

☆

بے نیازیاں

جذبۂ عشقِ حقیقی لامکاں سے بے نیاز
شِکوۂ جُو روجفا آہ وفغاں سے بے نیاز

اُڑ رہا ہے کس ہوائے شوق میں رہوارِ عِشق
راکِب و مرکُوب دونوں ہیں عناں سے بے نیاز

داغ عصیاں کو سمجھتا ہوں میں پھولوں کی بہار
اسلئے بیٹھا ہُوں میں باغ جناں سے بے نیاز

لمحہ لمحہ اِک نئی دنیا بسا لیتا ہوں میں
ہے تصور بھی حدیث کُن فکاں سے بے نیاز

خالقِ تقدیر بتلا جُبہ سائی کیوں کروں
میرے سجدے ہیں تمہارے آستاں سے بے نیاز

قادرِ شعر و سخن اے مالکِ ارض و سما
ہے زمین شعر تیرے آسماں سے بے نیاز

ہم نشیں کیا پوچھتے ہُو مجھ سے رو داد وطن
ھِند میں رہتا ہوں میں ھندوستاں سے بے نیاز

دِل تڑپ اُٹھتا ہے نکبت کا عاشا دیکھ کر
رفتہ رفتہ ہو رہا سارے جہاں سے بے نیاز

حُسنِ خرمن سوز کی اِن یورشوں کے باوجود
عِشق وار فتہ رہا برقِؔ تپاں سے بے نیاز

سری نگر ۱۹۴۹ء

☆

غزل

تا بداماں رُخصتِ چاکِ گریباں دیکھئے
آیئے وحشت رذوں کے ساز و ساماں دیکھئے

سبزہَ نورستہ و آبِ رواں جوشِ نمو
خلوتِ کُہسار میں فِطرت کو عُریاں دیکھئے

گُلرخانِ کا شمر کی خوں چکانی کی قسم
لالہ کاری کر رہا ہے سوز پنہاں دیکھئے

سُونی سُونی بستیاں ہیں محو حیرت ہے جہاں
اشکِ غم کے موتیوں کو زیبِ داماں دیکھئے

شہر ویراں ہیں سراسر بستیاں برباد ہیں
مُورچے آباد ہیں کوہ و بیاباں دیکھئے

ہم وفا کیشوں پہ وہ مشقِ جفا کرتے رہیں
کب تلک ہوتے ہیں پُورے اُنکے ارماں دیکھئے

جبرو استبداد کا خرمن ذرا بھر پُور ہُو
تاک میں بیٹھی ہُوئی ہے برقؔ خنداں دیکھئے

(سری نگر، ۱۹۴۹ء)

☆

طرحی غزل

گھر تک ہمارے آئے اور آکر چلے گئے
شاید وہ مُدّعا کو نہ پا کر چلے گئے

خود ایک "کن" کا نعرہ لگاتے ہی چھُپ گئے
یاں زندگی کا روگ لگا کر چلے گئے

کیا ساتھ اِن اعزّو احباب نے دِیا
خاکِ لحد میں ہم کو سُلا کر چلے گئے

آئے جو تھے ٹھہرتے گھڑی دو گھڑی ابھی
یہ کیا ہُوا کہ ہم کو جگا کر چلے گئے

کہُرام مچ گیا بھرے گھر میں میرے ندیم
نقشِ دُوئی کو دِل سے مِٹا کر چلے گئے

عریاں تنی کا واسط یزداں سے پوچھئے
فطرت سے کیوں وہ پردہ ہٹا کر چلے گئے

اپنی متاعِ جلوہ کو بخشے تو چار چاند
میری متاعِ صبر لُٹا کر چلے گئے
اعمال سب سیاہ تھے واعظ کے اس لئے
داڑھی میں اپنے مُنہ کو چھپا کر چلے گئے
اے برقؔ تو نشیمنِ اغیار کو سنبھال
''ہم اپنے گھر کو آگ لگا کر چلے گئے''

☆

اُلجھنیں

اس سوچ میں ڈوبا ہوں کہ کیا سوچ رہا ہوں
یہ سادہ دِلی دیکھ کہ کیا سوچ رہا ہوں

منزِل کی مسافت کے مراحِل میں اُلجھ کر
ہر گام پہ کہتا ہوں کہ کیا سوچ رہا ہوں

پہنائی صحرا ھے نہ وحشت سے کہیں کم
وحشت کو بھی دہشت ہے کہ کیا سوچ رہا ہوں

لو صُبح ہُوئی، کُوچ ہوا، چل بھی دیۓ سب
بیٹھا ہوں نہ معلوم کہ کیا سوچ رہا ہوں

تاریکیِ شب، زُلفِ دوتا، ظُلمتِ اندوہ
کچھ ہوش نہیں مجھ کو کہ کیا سوچ رہا ہوں

اُلجھن ہے تصور کو کہ کس سوچ میں گُم ہوں
حیرت ہے تخیل کو کہ کیا سوچ رہا ہوں

سلجھاؤ ذرا آکے میرا عقدِ گرہ گیر
بتلاو ذرا مُجھ کو کہ کیا سوچ رہا ہوں

یک بار چمک کھُل کے تو اے برقِ تجلی
روشن بھی تُو کر سب پہ کہ کیا سوچ رہا ہوں

☆

کِس مُنہ سے

پہلے باندھا ہی تھا وہ عہد وفا کس مُنہ سے
آج ہُوتے ہو بھلا ہم سے خفا کس مُنہ سے

تو نے پابند وفا مجھ کو کیا صبحِ ازل
اب کروں میں گِلۂ جو رو جفا کس مُنہ سے

داد دیتا ہُوں میں اِس دا دوستد کی اے جاں
ہو ادا شکریۂ بوسہ بَتا کس مُنہ سے

تُو نے مسجود ملائک جو بنایا تھا مجھے
اب سناتے ہو یہ پیغام فنا کس مُنہ سے

خُونِ مُردم سے تو صدبار ہُوئے ہیں رنگین
ہاتھ بڑھتے ہیں تیرے سوے حِنا کس مُنہ سے

دُشمنی سے تو نے ڈالی ہے جو یہ طرح جدال
وضع کرتے ہُو اخوت کی بنا کس مُنہ سے

طرحی غزل

عشق بیدارئی کامل ہے کوئی خواب نہیں
نشتر و خار ہے یہ بستر سنجاب نہیں

یوں تڑپتا ہے کہ پہلو میں نہیں صبرو قرار
دِل مرا دِل ہی تو ہے قطرۂ سیماب نہیں

خم ابروئے بتاں، خنجر جاناں کی قسم
جس پہ سجدہ نہ کیا وہ کوئی محراب نہیں

اک ذرا اور ہٹا دے رُخ روشن سے نقاب
چشم مشتاق تو دیدار سے سیراب نہیں

ناحق اس بحر میں غوطے نہ لگا اے دِل زار
سطح کا عکس ہے یہ ماہ تہہ آب نہیں

دِل وہ کیا دِل ہے کہ ہو جس میں ذرا صبر و سکوں
آنکھ کیا آنکھ ہے جو پرنم و پر آب نہیں

جائے تہذیب و ادب ہے نہ سمجھ اے ناداں
محفل عشق میں پابندئی آداب نہیں

العطش، العطش اے رحمت باراں مدد ے
برقؔ کو کون کہے ماہئی بے آب نہیں

☆

غزل

تمہارے جو قصّے بیاں ہو رہے ہیں
کدھر ہو رہے ہیں کہاں ہو رہے ہیں

یہ رنگیں رُخ و لعلِ لب جوشِ مَے سے
ارے اور بھی ارغواں ہو رہے ہیں

تیرے تذکرے ہیں کہ ہیں تیر و نشتر
کہ اغیار کے درمیاں ہو رہے ہیں

وہ شاید اسی سمت کو آ رہے ہیں
معطّر زمین و زماں ہو رہے ہیں

چھپائے جو تھے داغ اب تک جگر میں
وہ کیوں رنگِ رُو سے عیاں ہو رہے ہیں

پہر دوپہر ہی ٹھہرائے اجل تو
کہ ارماں مرے اب جواں ہو رہے ہیں

گِری برق خرمن پہ میرے ہی آ کر
جو شُعلے تھے وہ اَب دھواں ہو رہے ہیں

☆

غزل

خواب و خیال خواب ہے تیرے خیال کے بغیر
حُسن جہاں خراب ہے تیرے جمال کے بغیر

کاخِ گُلوخ و خشتِ خام، از بُنِ بیخ تابہ بام!
مُشتِ غبار ہے سبھی جام سفال کے بغیر

سرحدِ عشق کی فصیل، اِتنی بلند بام ہے
پہنچے نہ واں کمندِ شوق جہد کمال کے بغیر

عیشِ دوام الغرض مستی و ذوق و شوق سب
ہاتھ کبھی نہ آ سکیں رنج و ملال کے بغیر

نقش ہی نقشۂ جہاں ایک حُباب کی طرح
اِس کی حُدود سے گُذر وَہم شمال کے بغیر

میرا جواب کیا مِلے تُجھ کو جہانِ شوق میں
تیری مِثال کیا کہوں، تو ہے مِثال کے بغیر

اے کہ مآل عشق ہے ہجر و فراق کی دلیل
کھُل نہ سکا یہ راز بھی میرے زوال کے بغیر

ماہئی تشنہ کام ہوں، جی نہ سکوں تموز میں
میری حیات موت ہے آب زُلال کے بغیر

ردیتِ رُوےِ یار ہے عاشقِ خستہ جاں کی عید
قیدِ مہہ و سال کیا؟ ہو یہ ہلال کے بغیر

تیرے سِوا میرا وجود ایک جمود مستقل
چارۂ درد دِل نہیں تیرے وصال کے بغیر

کاش کہ تو سمجھ سکے کشمکش دِل حزیں
تیرا جواب آئے پھر میرے سوال کے بغیر

برقؔ ہے ایک گام ابھی تیرے خرام ناز کا
روند، مسل اِسے ذرا فِکر مآل کے بغیر

(جموّں، ۲۰رمئی ۱۹۵۱ء)

☆

ایک خط: حضور ''افسرانِ مجاز''

تسلسل ہے کیوں رنج و غم کا مُجھی پر
ہے برسات کیوں چشمِ نم کی مجھی پر
ہے طوفاں وجود و عدم کا مجھی پر
الم کا میں گہوارہ کیوں بن رہا ہوں
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

میرے دوستدارو! میرے رازدانو
ادب سے میں کرتا ہُوں تہہ اپنی زانو
خطا میری کِیا ہے میرے مہربانو!
جو سمجھاؤ تو عُمر بھر میں دُعا دوں
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

میرے سرد مہرو وہ حدّت ہُوئی کیا
ہُوا کیا تمہیں! وہ مُروّت ہُوئی کیا
عنایت کہاں ہے اخوّت ہُوئی کیا
محبت کے بدلے یہ نفرت ہے اب کیوں؟
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

تیرا پاسباں نا مہرباں ہُوا ہے
ہر اِک ''مہرباں'' نا مہرباں ہُوا ہے
زمیں آسماں نا مہرباں ہُوا ہے
ہُوں دِل تنگ اِس حال سے اور جگر خوں
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

میرے دوست احباب سب پھر گئے ہیں
میرے گھر کے اصحاب، سب پھر گئے ہیں
حکومت کے ارباب سب پھر گئے ہیں
کریں کیوں وہ ''ہاں ہاں'' کے بدلے ''میں ہوں ہوں''
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

میں اُلجھن میں پڑتا ہُوں اور سوچتا ہوں
جو تنگ آ گیا بال و پر نوچتا ہوں
بہت سوچتا، با رہا سوچتا ہوں
یہ کیا ہو رہا ہے یہ کیا کر رہا ہوں
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

اگر ''حرف حق'' ناگوارا ہے تُم کو
غلط کاریوں پر سہارا ہے تُم کو
اگر کذِب و باطل گوارا ہے تُم کو
تو کہدو کو اُلٹی میں گنگا بہادوں
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

یہ سکّوں کی خاطر بدل جانے والو
ضمیر اپنے یکسر بدل دینے والو
بلا وجہ جنگ و جدل کرنے والو
فسانہ یہ کیسا ہے، ہے کیا یہ افسوں
ذرا مجھ کو بتلاو میں بھی تو سمجھوں

بہت کر چکے ہو میری آزمائش
نہیں ہونگے مُجھ سے کبھی بوٹ پالش
زبانی بھی کر لوں نہ میں تیری مالش
مجھی غم نہیں تُم اگر ہو دگر گوں
مجھے کیا پڑی ہے کہ تُم سے نبٹ لوں

خُدا کی قسم اِسکی جبا ریاں ہیں
میرے ہاتھ میں اُسکی قہاریاں ہیں
کہ مُجھ پر اُسی کی نگہداریاں ہیں
جُو چاہوں تو پانسہ تمہارا پلٹ دوں
مجھے کیا پڑی ہے کہ تُم سے نبٹ لوں

(جموں، ۲۹ رمئی ۱۹۵۱ء)

☆

غزل

ماحول بھی دُھندلا دھُندلا ہے اور میں بھی کھویا کھویا ہُوں
معلوم کسے کب جاگا ہُوں، کچھ ہوش نہیں کب سُویا ہُوں

ہے حدِ نظر اپنی ہی نظر کچھ مدِّ نظر ہو تو میں کہوں
دو حلقۂ گِرد اب آنکھیں ہیں معلوم ہُوا میں رویا ہوں

اے وحشت دِل دہشت ہے مُجھے پیغام یہ کیسا آیا ہے
یہ کس نے کہا وہ روٹھا ہے دِن رات میں جس کا جویا ہُوں

دم تُوڑ تو دوں پر عہدِ وفا، میں توڑ سکوں ممکن تو نہیں
تُو کہدے نہیں تو میں بھی نہیں، ہاں! ہاں کہدے تو گُویا ہوں

(جموّں، ۲ رجون ۱۹۰۵ء)

☆

غزل

دامَن کو بچانا چاہا تھا اب چاک گریباں کرتے ہیں
اپنے ہی کِئے پر نادِم ہیں، کب شکوۂ دوراں کرتے ہیں

قدروں کا رُخ کیا بدلا ہے کِردار سراپا بدلے ہیں
اقرار نہیں انکار ہے یہ ہر بات پہ ہاں ہاں کرتے ہیں

اغیار ہمارے دوست ہیں سب احباب کو دُشمن کون کہے
وہ درد ہمارا سہہ نہ سکیں اب قتل سے درماں کرتے ہیں

تُم روٹھ گئے تو روٹھ گئے فرقت میں منائیں کیا تم کو
تصویر سے باتیں ہوتی ہیں اور پورے ارماں کرتے ہیں

فُرقت میں تڑپتے رہتے ہیں اِک داغِ جگر پر تکیہ ہے
ہجراں کی اندھیری راتوں میں یہ شمع فروزاں کرتے ہیں

ہم سے تو خُوشی کو بیر نہ تھا، پر ہم نے کبھی پوچھا بھی نہیں
غم اپنی جاں ہے جائے کِدھر، ہم خاطرِ حرماں کرتے ہیں

کیا اُن کو خبر مہجوری میں ہم کیا کیا ساماں کرتے ہیں
کُچھ چاک گریباں کرتے ہیں کُچھ اشک بداماں کرتے ہیں

اِک نُور کا عالم پاتے ہیں، اور طُور کا جلوہَ ہوتا ہے
ہم یاد تمہاری آٹھ پہر اے برقِ خراماں کرتے ہیں

(جموّں، یکم جون ۱۹۵۱ء)

☆

ایک آزاد بحر خط کے جواب میں

تُو نے پوچھا ہے:
"میرے محبوب!
محبت کی اتھاہ گہرائی
دِل پہ کیوں ہجر سے کُچھ پہلے عیاں ہوتی نہیں"

دِلِ اِنساں ایک گہوارہ ہے، میری جانِ عزیز!
عِشق و مستی و شباب...... پلتے ہیں اسمیں آ کر
پینگیں اُلفت جو بڑھاتا ہے کبھی
کیف و سرمستی مچلتی ہے وہاں
اور یہی عیش و نشاط
باعث موت ہوئی ہے اکثر
بِک تو جاتی ہیں بہت جلد خام اشیا

سر بازار خریدار بہت ملتے ہیں

مقصد و منزلِ ہر شے تو معیّن ہے کوئی

گر نہ پہنچے کوئی منزل کو فنا ہوتا ہے

ہاں...... اسی گہوارے کو

متزلزل کیئے دیتی ہے اسے ہجر کی رو

ہوتی ہے خواب گراں سے محبت بیدار

"غم جوانی کو جگا دیتا ہے لُطفِ خواب سے

ساز یہ بیدار ہوتا ہے اِسی مضراب سے"

☆

گو بظاہر یہ گھڑی تلخ ہے اور تلخابہ

گو بظاہر یہ گھڑی موت سے بدتر ہے ولے

زندگی ہجرِ مسلسل ہے میری رُوحِ رواں

خواہشِ وصل نہیں موت نہیں

ہجر ہر چند بلا ہے لیکن

اِس میں پنہاں ہے وہ اُمیّد وہ شوق
جسے کہتے ہیں سبھی وصل
وصل اور ہجر کی راہ میں تاریکی ہے
ایک سناٹا، بھیانک، خوف زا
روشنی کے ہیں مگر کچھ مینار
کیجئے کیوں اُنہیں اپنے ہاتھوں مسمار

☆

ایک منزل پہ ہے اُمیّد آگے ہے شوق
یہ دِیے خونِ جگر کھاتے ہیں اور جلتے ہیں
حیف ہے گر انہیں بجھنے دو تُم
ظُلم ہے گر اِنہیں گُل ہو جانے دو
"گل ہُوئے جو تو کبھی منزل عیاں ہوتی نہیں
ہجر میں موت بھی اس پل سے گراں ہوتی نہیں"
میرے محبوب نہ پُوچھو میرا حال

جی رہا ہوں کس طور نہ پوچھو اے جان

بہرحال...... ہجر کیا ہے

یہ نہ پوچھو میری جاں......

نیزے، بھالے، تیر، چاقو، کارد

صبر تلخ است ولیکن بر ''شیریں'' دارد

(جموں، ۲۱ مئی ۱۹۵۱ء)

☆

ایک اور خط

مجھے معلوم تو تھا یہ کہ مجھے جانا ہے
مجھے معلوم تو تھا
بُعد مکانی ہو گا
اور میں خوش بھی تو تھا
تجھے معلوم تو ہے
یہ خوشی کِس لئے تھی...... مجھے معلوم نہیں

☆

گو بظاہر تو بھی خوش تھی اور میں بھی خوش تھا
یہ خوشی رنج والم میں، میں نے دیکھی ہی نہ تھی
پر بھرم مجھ پہ کھُلا
اور وہ بھی دم فصل
میں نے مُڑ کر تجھے دیکھا تھا۔ بڑی حسرت سے

سر جھکائے بڑی تیزی سے چلی تُو اُس وقت
کِسی ہلچل کی تھی غماز، تمہاری جلدی
اور میں!
محو حیرت تیرا تحفہ لئے تکتا ہی رہا

☆

صدورق ایک گُلاب...... ایک کتاب
جذبِ عشق ایک طرف ایک طرف حُسن و شباب
دو ورق خطِ جمیل زہرہ جبیں
صُبح کشمیر میں افلاک کا رنگ
آسمانی اِسے کہیے یا کُچھ اور
اس پہ تحریر ستاروں کا نمود
رُخ مہتاب پہ افشاں کا وجود

☆

دم رُخصت تیرا تحفہ کیا تھا
دِل عاشق کے لئے دولت و دیں
کِس قدر بیش بہا اور گرا نما یہ ہے
صبح فرخندہ ہے کاغذ
شام رخشندہ ہے پھول
اُفق صُبح میری ہر صُبح بنا دی تُو نے
شفقِ شام گُلستان بہاراں ہے پھول
طالعِ بختِ سکندر ہیں میرے صبح و مسا
اِن کو سینے سے لگا رکھا ہے میں نے اے جاں
تر و تازہ ہے..... شاداب ہے اِن سے ایماں
دیکھ دیکھ اِن کو تمہارا ہی گماں ہوتا ہے
جذبہ عشق تو ہر لمحہ جواں ہوتا ہے

(جموں، ۲۲ رمئی ۱۹۵۱ء)

☆

خط

ہر اِک فرد عف عف کِئے جا رہا ہے
جئے جا رہا ہے۔ مرا جا رہا ہے
چھتیں تپ رہی ہیں زمیں جل رہی ہے
دہکتے ہیں دیوار و در شعلہ آسا
حرات کا درجہ بہت بڑھ گیا ہے

میں جنت سے دوزخ میں لایا گیا ہوں
بہشتی کو بھٹی میں ڈالا گیا ہے
یہ کیا آفتیں ہیں یہ کیا ماجرا ہے
سزا کِن گناہوں کی دی جا رہی ہے
شرارت کا درجہ بہت بڑھ گیا ہے

وطن سے میں آواز سنتا ہُوں اکثر
خیالوں میں کھوتا ہُوں روتا ہوں اکثر
عبث ہے کہو گر کہ ہمّت نہیں یہ!
غلط ہے کہ کمزور سمجھو مجھے تُم
دلِ زار ڈھونڈے ہے ہر لمحہ تُجھ کو
نقاہت کا درجہ بہت بڑھ گیا ہے
قلم کو ذرا ایک جنبش تو دوتم
خیالوں کی خوابوں کی دیوی اُٹھو تُم
تیرے ہی سہارے پہ میں جی رہا ہوں
میں خون جِگر ہجر میں پی رہا ہوں
تجاہل سے کیوں کام لینے لگی ہو
تغافل کا درجہ بہت بڑھ گیا ہے
(جموّں، ۲۱رمئی ۱۹۵۱ء)

☆

خدا کیلئے مجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

خدا کیلئے مجھ سے آنکھیں نہ پھیرو
سِیہ مست زلفوں کے تاباں گھنیرو
شب تار ہجراں کے روشن اندھیرو
میرے بختِ خفتہ کے پنہاں سویرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

کہیں جاگ اُٹھیں نہ یہ سونے والے
کہیں کھُل نہ جائیں گرِہ گیر عقدے
بجاو نہ بین اور الاپو نہ نغمے
نوا ہے سریلی تمہاری سپیرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

میرے ہم نواوو! میرے غم گُسارو!
میرے لختِ دِل اور آنکھوں کے تارو
وطن کے عزیزو! چمن کے پیارو
ابھی کیوں بچھڑتے ہو کچھ دیر ٹھہرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

نشاط آور اور کیف زا نو بہارو
صباحت لِقا جھیل ڈل کے کنارو
ابا بیل سے اُڑتے پھِرتے شِکارو
مُجھے بھی ذرا اپنی بانہوں میں گھیرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

چٹانوں کی اوٹو! مری جاں پناہو
مری خلوتوں کے ہو تنہا گواہو
نہ بدلو قرار، اپنے وعدے نبا ہو
گھنے دیوداروں کے ہلکے اندھیرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

شریک غمِ ہجر ہو جاو آوَو
وفا کیش جھرنو تم آنسو بہاو
صفا کیش چشمو ذرا ڈبڈ باوَو
زمرّد پہ تھوڑے سے موتی بکھیرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

نسیم سحر کی ہواؤں کے جھونکو
چناروں کے پتّو! صنوبر کی شاخو!
بھڑکتی ہوئی آگ کو مت ہوا دو
تصوّر میں آوَ نہ فصلی بٹیرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

گل ویاسمن نسترن کی فضاؤ
ہٹاؤ ذرا رُخ سے پردہ ہٹاؤ
پریشان دماغی میں حِصّہ بٹاؤ
اُڑوؔ ہاں اُڑوؔ اے معطّر پھریرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

حیا آفریں نرگسوں کی نگاہو!
اُٹھاؤ نظر آنکھ بھر کر اُٹھاؤ
یہ دیکھو ہرے ہیں میرے دِل کے گھاؤ
ذرا ان پہ جلووں کی کرنیں بکھیرو
خدا کے لئے مُجھ سے آنکھیں نہ پھیرو

(جموّں، ۶/جون ۱۹۵۱ء)

☆

ریڈیو کشمیر کی آواز

صداقت کی دبی آواز کو میں نے اُٹھایا ہے
تظلّم کے محل کو میں نے جھنجھوڑا ہِلایا ہے
دُوئی کے نقش باطل کو گرایا ہے مٹایا ہے
زمانہ جانتا ہے میں نے کیا کچھ کر دِکھا ہے
زبانوں کو طلاقت کا سبق میں نے پڑھایا ہے
صداقت کی دبی آواز کو میں نے اُٹھایا ہے

میری آواز میں ہیں راز مضمر بے زبانوں کے
اور اُن کی مدتوں کی رُوح فرسا داستانوں کے
میرے الفاظ ہیں آئینہ داران راز دانوں کے
دبے ہیں جن کے سینوں میں ابھی تک پھل سناُوں کے
سرِ دست اِس کتابِ راز کو میں نے اُٹھایا ہے
صداقت کی دبی آواز کو میں نے اُٹھایا ہے

نہ اب تک جو کسی نے آبشاروں سے کِئے پیدا
نہ مینا سے نہ صرصر اور چناروں سے کِئے پیدا
عنادِل نے نہ ہی جو نو بہاروں سے کِئے پیدا
وہ نغمے میں نے زنگ آلود تاروں سے کِئے پیدا
پُرانے ٹوٹے پھوٹے ساز کو میں نے اُٹھایا ہے
صداقت کی دبی آواز کو میں نے اُٹھایا ہے

کبھی کھایا نہ دھوکہ میں نے پانی کا سرابوں سے
کمانوں کی کڑک تھرا گئی میرے جوابوں سے
یقین آتا نہ ہو تو جا کے پُوچھ آؤ نوابوں سے
جو کھیلا کرتے ہیں گنبد میں صابن کے حبابوں سے
اُنہیں کی بازگشت آواز کو میں نے اُٹھایا ہے
صداقت کی دبی آواز کو میں نے اُٹھایا ہے

(سری نگر، سالگرہ ریڈیو سری نگر ۱۹۵۰ء)

☆

غزل

سادگی سے محتسب کو نامہ بر سمجھا تھا میں
حیف بے چارے کو اپنا چارہ گر سمجھا تھا میں

بے مروّت دوستوں کی رسمِ اُلفت کیا کہوں
بے حقیقت خاروخس کو بال و پر سمجھا تھا میں

جب مجھے آلام نے چاروں طرف سے آلیا
کُچھ تماشا ہو رہا ہے اِس قدر سمجھا تھا میں

طُول دے دے کر بڑھا دی بات یاروں نے بہت
قصّۂ اُلفت نہایت مختصر سمجھا تھا میں

اشکباری کی قسم، اختر شُماری کی قسم
آپ کا امروز و فردا معتبر سمجھا تھا میں

رُوئے روشن کی قسم زلفِ معنبر کی قسم
دُھوپ چھاؤں تھی جسے شام و سحر سمجھا تھا میں

وائے نادانی طِلسم آرزو وہم جنوں
دُرکو شیشہ اور شیشے کو گُہر سمجھا تھا میں

گنبد مینانہ تھا یہ چرخِ نیلی فام تھا
اِس کفِ افسوس کو شمس و قمر سمجھا تھا میں

باد و باراں رعد و برق و جوشِ طوفاں کی قسم
آج تک اس ضبطِ نالہ کو ہنر سمجھا تھا میں

(مُشاعرہ عیدالفطر، ریڈیو کشمیر سری نگر، ۶ر جولائی ۱۹۵۱ء)

غزل

بر ملا ہم کہہ گئے سب راز اپنے خواب میں
عالموں کی رائے کیا ہے دوستو اِس باب میں

ایک رِشتہ ہے دِل مُضطر کو غم سے اے ندیم
ساز کا نغمہ ہے پنہاں عُقدۂ مِضراب میں

سیر دریا کر رہے ہیں آج کل ہم ساتھ ساتھ
آپ اگر کشتی پہ ہیں تو ہم بھی ہیں گرداب میں

جامۂ افلاس میں ہے ٹاٹ کا پیوند ابھی
خواجگانِ سیم ورز ہیں اطلس و کمخواب میں

پٹریوں پر اونگھتے ہیں جابجا مزدور سب
ایک دنیا محو راحت بستر سنجاب میں

بندۂ مجبور اب بھی ہے شِکار جبر و جور
فرق آیا ہے تو آیا ہے فقط آداب میں

تھُو کیئے غُصّہ کہ اب حد ہو گئی، بس کیجئے
با ادب جو عرض کرتا ہُوں حضور آداب میں

تھامیے دستار اور تہہ کیجئے آیات ِ صبر
وہ تحمل اب کہاں باقی شیوخ و شاب میں

بحرِغم میں ہم ازل سے غُوطہ زن ہوتے رہے
بوالہوس یاں ڈوب مرتے ہیں فقط پایاب میں

گرچہ ہم بے بال و پر ہیں عزم ہے اپنا صمیم
کیا خصوصیت کچھ ایسی ہے پرِسُرخاب میں؟

(سری نگر، ۹ رجولائی ۱۹۵۱ء)

غزل

گو جورِ روزگار سے بے غم نہیں ہیں ہم
خوش ہوں کہ محو گریہ و ماتم نہیں ہیں ہم

اپنا خلوص اس قدر ہے خود فریب ابھی
ہر لمحہ اِک عتاب ہے برہم نہیں ہیں ہم

اوصافِ سر بلندئی اسلاف کیا کہوں
اپنی کمر ہے خم مگر سرخم نہیں ہیں ہم

ہے ہر نفس محاسبہ ہے دم بہ دم سزا
اے برقِ ناگہاں ابھی بے دم نہیں ہیں ہم

ہے اُستخواں و پوست میں جانِ عزیز ابھی
سر میں ہوائے شوق ہے درہم نہیں ہیں ہم

جانِ عزیز و دولتِ ایماں ہیں پیش کش
یہ نقد و جنس پاس ہے حاتم نہیں ہیں ہم

اے کم نگاہ بے خبر کوتاہ نظر حذر
ہیں خاک تُوتیا سے مگر کم نہیں ہیں ہم

وہ نام میرا سنتے ہوتے ہیں سیخ پا
بس نام کے ہیں برقؔ کوئی بم نہیں ہیں ہم

(سری نگر، ۱۰؍جولائی ۱۹۵۱ء)

☆

غزل

ضبط و نالہ یک دگر دست و گریباں ہو گئے
ہر نفس اِس کش مکش میں دمِ بہ دم جلتا رہا

آفتاب حُسن کی حِدّت کا عالم کیا کہوں
عشقِ جوآلہ صفت تک بیش و کم جلتا رہا

تھی یہ ہمسایہ کے گھر کی آگ جس سے دفعتاً
زُلف کا رخسار پر ہر پیچ و خم جلتا رہا

فرد عصیاں جو مرتب ہو گئی صبح ازل
عرش اعظم کانپتا لوح و قلم جلتا رہا

زورِ بازو ایک ذرّے کا ہُوا جب رُونما
قصّہ پارینۂ طبل و علم جلتا رہا

مُوسی عمراں بیٹھی بکف سینا بہ پا
باہمہ سامانِ موجود و عدم جلتا رہا

غیر کی جانب اُٹھے اُس سرو قامت کے قدم
شمع سوزاں کی طرح دل یک قلم جلتا رہا

جب تعصب نے لگا دی آگ ہندوستان میں
دیکھ کر یہ مشغلہ دیرو حرم جلتا رہا

(سری نگر، ۱۱رجولائی ۱۹۵۱ء)

☆

طرحی غزل

اک مسلسل عذاب نے مارا گیسوئے پیچ و تاب نے مارا
میرے اشعار مُجھ کو لے ڈوبے اُنکو کرمِ کِتاب نے مارا
بے رُخی رونما تھی پہلے سے اب کے پیہم عتاب نے مارا
دِل تھا معمور جس کے جلوؤں سے اُسی خانہ خراب نے مارا
پُوچھتے ہیں وہ باعثِ آزار کہہ نہ دوں میں؟ جناب نے مارا
کیا گِلہ اُن سے دِل جو کہتا ہے آپ کو ایں جناب نے مارا
کر ہی لیتا میں امتحاں کو سر وضعداری! حِساب نے مارا
تلخیِ مے تھی خوش گوار مجھے لبِ لعلِ خوش آب نے مارا
نا امیدی نے دِل کا سر پیٹا
''اور جِگر کو شراب نے مارا''

(سری نگر، ۱۰/جولائی ۱۹۵۱ء)

☆

غزل

تلخیِ زورگار کیا معنی
زیست کا اعتبار کیا معنی

بات پوری جو کر نہ لو فی الحال
اس پہ وعدہ، قرار کیا معنی

یاں تو زیرِ فلک قرار نہیں
سایہ زیرِ چنار کیا معنی

ربط تک اُن کو مُجھ سے ہو نہ سکا
میرا اُن میں شُمار کیا معنی

آج کیا کم ہے یہ قیامت سے
کل کروں انتظار کیا معنی

دل؟ نہیں تُو ہمارے پاس نہیں
باغ، گُلشن، بہار کیا معنی

بُوے مِہر و وفا اگر آئے
بُوے مِشکِ تتار کیا معنی

وہ چلے آئیں وہ کرم فرمائیں
ہم نہ ہونگے نثار؟ کیا معنی

میری دیوانگی پہ شک توبہ
لفظ ''دیوانہ وار'' کیا معنی

روز و شب زلف و رخ کا جھگڑا ہے
ذکرِ لیل و نہار کیا معنی

عقدۂ بے گرہ سے کیا مطلب
شکنِ زلفِ یار کیا معنی

گرِ نہ جائے جو خرمنِ دل پر
برقؔ والا تبار کیا معنی

(سری نگر، ۲۱ر جولائی ۱۹۵۱ء)

غزل

اُنہیں تو غیروں سے التفات کیا کہیئے
کہیں تو کس سے کہیں دِل کی بات کیا کہیئے

یقیں نہیں کہ اُن آنکھوں میں مر گیا پانی
ابھی تو ہم ہیں بقیدِ حیات کیا کہیئے

یہ آپ ہی کی نوازش تو ہے وگرنہ ندیم
میں چیز کیا ہوں میری کائنات کیا کہیئے

ملا تھا جب میری فطرت کو طالعِ بیدار
وہ چاندنی وہ تصوّر وہ رات کیا کہیئے

وہ ان کا وعدہ جو امروز سے ہے فرد ایک
مِلی ہے ہم کو بھی کل پر برات کیا کہئے

چُنے ہیں داغ جگر سارا دِن جہاں ہم نے
گنے ہیں تارے وہاں ساری رات کیا کہئے

حیات! گرچہ ازل سے ابدّ تلک ہے حیات
نہیں ہے پھر بھی جہاں کو ثبات کیا کہئے

گری ہے برقؔ سنا ہے مرے ہی خرمن پر
یہ واردات پہ ہے واردات کیا کہئے

(سری نگر، اگست ۱۹۵۱ء)

☆

غزل

میرے اصرار پہ اِنکار بھلا کیا کہنے
تیرے وعدے تیرے اقرار بھلا کیا کہنے

عشق اِک راز سہی اِس کو چھپاؤں کیسے
حُسن ہے مائلِ اظہار بھلا کیا کہنے

یہ میرا گھر ہے ذرا ارکھئے قدم بسم اللہ
کُلبۂ غم ہُو پُر انوار بھلا کیا کہنے

میری نیت کی صداقت کا ہے یہ ردِّ عمل
دیدۂ حشر ہے خونبار بھلا کیا کہنے

ٹکڑے ٹکڑے جو ہُوا دِل تو ہوئے وہ بیدار
کھُل گیا عقدۂ دُشوار بھلا کیا کہنے

آج سنتا ہوں کہ مقتل میں ہیں چرچے اُنکے
آزماتے ہیں وہ تلوار بھلا کیا کہنے

تیری دزدیدہ نگاہی سے ہے محشر برپا
تیری پازیب کی جھنکار بھلا کیا کہنے

چھوڑئے چھوڑئے ہاں ہاں اسے رہنے دیجئے
میں؟ کروں آپ سے تکرار بھلا کیا کہنے

چشمِ بیمار سے کرتے ہیں میرے دِل کا علاج
رو بہ صحت نہ ہو بیمار؟ بھلا کیا کہنے

وہ؟ جو لیتے ہیں خبر میری وہ؟ توبہ توبہ
حال سے میرے خبردار؟ بھلا کیا کہنے

مُردم آزار جفا کار زمانے بھر کے
خود کو کہتے ہیں کم آزار بھلا کیا کہنے

نقدِ مے پاس نہیں جنسِ وفا ہے ناپید
آمدِ ابر گہُر بار بھلا کیا کہنے

بلبلِ دِل ہے پریشاں پئے گُلہائے چمن
آپ کا دوست ہو زردار بھلا کیا کہنے

(سری نگر، اگست ۱۹۵۱ء)

☆

یہ غزل میں نے برقؔ صاحب سے ۱۹۴۹ء میں جالندھر کے ایک مشاعرے میں سُنی، جس کی صدارت جوش ملسیانیؔ نے کی اور جس میں میلارام وفاؔ بھی موجود تھے۔ (ایاز رسول نازکی)

پرانا دستور

کُل زمانے نے پُکارا ہے تُجھے میرا رفیق
پر رفاقت تری مجھ کو تو میسر ہی نہیں
برق ظُلمت شکن و نُور فگن ہوتا ہُو
کُلبۂ برقؔ مگر تُجھ سے منّور ہی نہیں
جانے کیوں کہتے ہیں یہ میرے مشامِ دِل و جاں
''بُوے اُلفت سے تیری زُلف مُعنّبر ہیٗ''
ہاں مگر قِصّۂ اُلفت تو ہے تیرا مشہور
یہ چھپی بات نہیں اور نہیں یہ مستور
کیسے مانوں کہ ہے خالی تیرا دِل اُلفت سے
کہوں کیوں کر کہ نہیں مہرو وفا سے معمور
پریت ہے، پر غیر سے اور بقول اقبالؔ
''بیر اپنوں سے بُتوں کا ہے پرانا دستور''

(سری نگر، ۱۹۴۹ء)

طولِ اَمُل

چمن بھی بلبلِ دیوانہ بھی ہو گُل بھی ہو
سرودِ بربط و چنگ و رباب و مُل بھی ہو
خیالِ مستیِ مَے ہو نہ بادہ خواروں میں
خزاں سے آگ لگی ہُو کہیں چناروں میں
رواں ہو نہروں میں پانی مگر خموشی میں
ہُوں بُوٹے راہ برِ خضرِ سبز پوشی میں
نظر میں دشت و جبل اور جھیل ہو ڈل کی
کہیں کہیں ہوں گھٹائیں ہو راگنی ہلکی
دُلہن بھی غرب کی چادر ہٹائے گلناری
دِکھائے زُلفِ شب و خالِ مُشکِ تا تاری
کہیں ہو سبزہ بیگانہ اور کہیں دِلبر
نظر جو تیر کی مانند ڈال دے دِل پر
جو رُخ پہ ڈال دے زُلفِ سیہ کبھی ساقی

سحر سے شام غم آئے رہے نہ دِن باقی
ستارے داغِ دِل رِندہوں چمکتے ہوئے
جو دیکھیں رات کی زلفوں میں ہوں دمکتے ہوئے
خموش ساری فضا ہُو اسی خموشی میں
سماع سادہ ہو دوران بادہ نوشی میں
کہیں مزار ہو ٹوٹا ہوا سارندوں کا
کبھی کبھار گذر ہو وہاں پرندوں کا
ہوں مست ساقی و مُطرب طرب ہو دِل پرور
عرب کے ریتلے ٹیلے ہوں سارے مدِّنظر
اِسی سماں میں دِکھائے جو برقؔ سا جلوہ
رباب و چنگ سے آئے صدائے صلِ علےٰ

(سری نگر، مئی ۱۹۳۰ء)

(یہ نظم ایس۔پی۔کالج ہال سری نگر کے مشاعرے میں کِنگ جارج پنجم کی سلور جوبلی کی تقریب پر ایک مشاعرے میں پڑھی گئی۔ اِس مشاعرے کی صدارت منشی سراج الدین احمد صاحب، میر منشی ریذیڈنسی سری نگر نے فرمائی تھی۔ بڑی مدّت کے بعد پرتاب میگزین کا جوبلی نمبر دستیاب ہوا ہے۔ اُسی سے نقل کر کے یہ نظم درج کی جاتی ہے۔)



عشق میں بیداد رشکِ غیر نے مارا مجھے
کُشتہ دُشمن ہوں آخر گرچہ تھا بیمارِ دوست

غالبؔ

☆

۳، تصویریں

ایک صف میں تین انساں یک بہ یک ہم دوش ہیں
اِن کے سینوں میں طلاطم، ظاہرا خاموش ہیں
ولولے، طوفانِ ارماں، اور ہجوم آرزو
ساغرِ مَے کی طرح آتش بہ جاں پر جوش ہیں
آپ ہم مذہب نہیں، مشرب مگر رکھتے ہیں ایک
غم غلط کرنے کی خاطر محوِ ناو نوش ہیں
باوجود بے ہُشی ہائے محبت ذِی وِقار
با ہمہ افکار و آلام جہاں ذی ہوش ہیں
ظاہرا چہروں پہ رونق اور باطِن خلفشار
یاس و حِرماں دربغل رنج و اَلَم آغوش ہیں
اِک گریباں چاک، اِک رنج وَاَلَم پنہاں کئے
اِک رسن اندر گلو ساکت، سبھی خاموش ہیں

کم نگاہی کا نہیں پیہم نگاہی کا صِلہ
ہے کہ یہ تینوں کے تینوں آج عینک پوش ہیں

ایک ہی جانب ہیں دِل اور ایک ہی جانب نظر
گامزن ہیں راہِ اُلفت میں کہ مقصد کوش ہیں

وائے ناکامی ہوئے ہیں بے وفائی کا شِکار
وائے بدنامی کہ رُسوائی سے ہم آغوش ہیں

آپ کے محبوب کا یومِ وِلادت آج ہے
غیر کاشانے میں اُسکے محوِ نوشا نوش ہیں

کر چُکے ہیں اِک جہاں کے دِل جو اب تک داغ داغ
اِک نئی دُنیا کی خاطر آج وہ گلپوش ہیں

جوشِ طوفاں ہے گرہ آنکھوں میں، دل میں سوزِ غم
سر جھُکائے برقؔ، کیا تصویر؟ در آغوش ہیں

(سری نگر، ۲۱/اگست ۱۹۵۱ء)

☆

کشمیر ہمارا ہے ہمارا ہی رہیگا

یہ فیض کا بہت ہوا دھارا ہی رہیگا
اَفلاک کی آنکھوں کا یہ تارا ہی رہیگا
تابندہ و پُرنور ستارا ہی رہیگا
ہے اپنا سہارا تو سہارا ہی رہیگا
کشمیر ہمارا ہے ہمارا ہی رہیگا

یہ میرا وطن اوج فلک، خلدِ بریں ہے
اسرار دو عالم کے نوادر کا امیں ہے
فطرت کا صحیفہ ہے، ہر اِک دِل کے قریں ہے
یہ نورِ نظر عرش معلّی کا مکیں ہے
افلاک کا ہمسایہ ہے سرتاج زمیں ہے
یہ طور کا جلوہ ہے ہمالہ کا نگیں ہے
تاحشر ضیا بارو دل آرا ہی رہیگا
کشمیر ہمارا ہے ہمارا ہی رہیگا

مشاّطۂ فطرت نے اِسے خوب سجایا
حورانِ بہشتی کا اسے رشک بنایا
زلفوں میں اگر نافۂ چیں لا کے بسایا
رخسار سے انوار کا طوفاں بہایا
ہر لمحہ بہر نوع اک اعجاز دِکھایا
صرصر نے نیا گیت نیا راگ سنایا
قدرت کا نظارا ہے نظارا ہی رہیگا
کشمیر ہمارا ہے ہمارا ہی رہیگا

غیروں کا ہُوا کب ہے جواب ہُوگا گذریاں
مُہنہ دیکھتے رہ جائینگے ارباب نظریاں
اِس دیس کے باسی تو ہیں بس شیرو شکریاں
شیدا ہے وطن ہی پہ ہر اِک فرد بشریاں
ہوتے ہیں جگرداروں کے دِل زیرو زبریاں
چلنے کے نہیں دورِ فلک تیغ و تبریاں
دُشمن جو صف آرا ہے صف آرا ہی رہیگا
کشمیر ہمارا ہے ہمارا ہی رہیگا

(سری نگر، ۲۹ راگست ۱۹۵۱ء)

ایک خط کے جواب میں

جس میں کاتب نے اپنی ''بے وفائی'' کو چھپانا چاہا تھا۔ اور اپنی صفائی میں چند ایسے کلمات لکھے تھے۔ جن سے متاثر ہوکر یہ چند مصرعے جواب کے طور پر لکھے گئے۔
لکھا تھا: ''آپ کے خط میں طنز تھا۔ کہیں مجھ بدنصیب ہی کو تختہ مشق تو نہیں بنایا ہے''
جواب میں عرض ہے:

(۱)

کس قدر پُر فریب ہے دُنیا
ساغرِ جم میں زہر دیتی ہے
کس قدر دل فریب ہے دنیا
دیدہ و دِل کو تھام لیتی ہے
سادہ دِل، پر خلوص، انسان کو
اک چھلاوے میں محو کرتی ہے
دِل کو پابند شوق کرتی ہے
گل میں مستی کا رنگ بھرتی ہے

(۲)

خارزاروں کو میں گُل کھلاتی ہے
لالہ زاروں کو خوں رُلاتی ہے
حسرت دید دے کے آنکھوں کو
راہِ اُلفت پہ فرش کرتی ہے
نجد کی خاک توتیا ہی نہیں
سرمۂ چشم یار ہوتی ہے
تیشہ کوہ کن سرِ فرہاد
ایک "سر پھوڑ" واقعے کی یاد

(۳)

سب کرامات چرخ دُوں کی ہے
یہ علامت محض جنوں کی ہے
میں نے چاہا، بہت پیار کیا

ایک عالم کو ایک دُنیا کو
پر مقام ایک بھی ملا نہ مجھے
جس جگہ دامنِ محبت کو
کھینچ لے ایک جذبۂ موزوں

(۴)

ہر جگہ ہر مقام میں نے
خار زارِ رہِ محبت میں
جیب و دامن کو تار تار کیا
اِک زمانے میں خود کو خوار کیا
تیری اس میں خطا؟ نہیں! واللہ
تُم نہ گھبراؤ میری جانِ بہار
عاشقی کا ثمر ہے یہ پیارے
دِن کو آتے ہیں یاں نظر تارے

(جموں، دسمبر ۱۹۵۱ء)

کچھ یادگار لمحے



برقؔ صاحب اور محمد امین بچھ



سرہند شریف میں حاضری



برقؔ صاحب کلام سُناتے ہُوئے، جگر مُرادآبادیؔ، رساؔ جاودانی بھی ہمہ تن گوش



ایاز رسول نازکی کے ساتھ



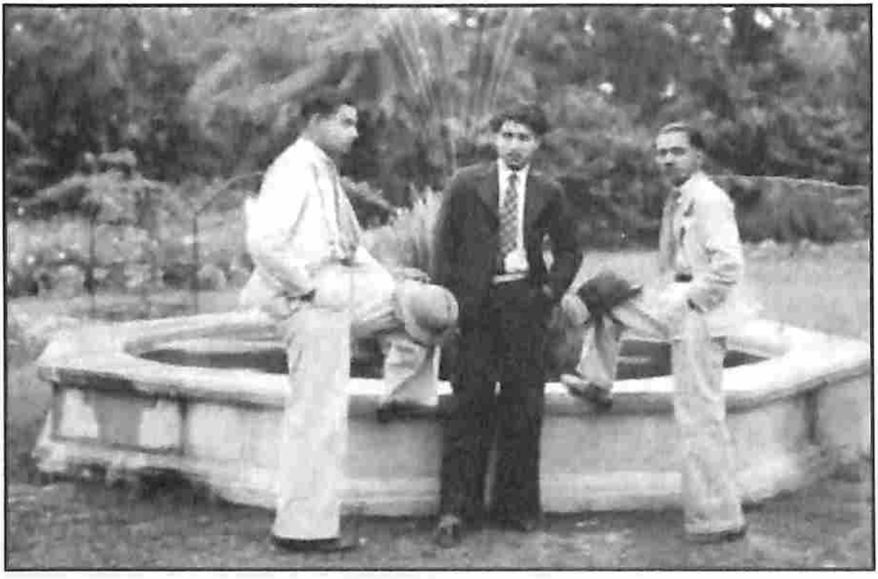
ریڈیو کشمیر کے ساتھیوں نازکی صاحب، بشیر بھٹؔ، کاچرو صاحب، حکیم محی الدین کے ساتھ



ایک تقریب میں



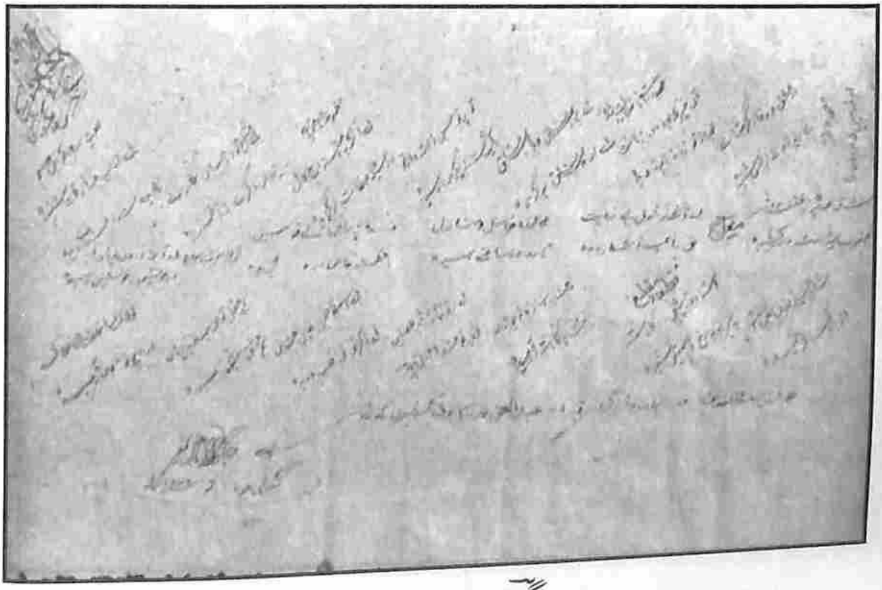
ریڈیو جالندھر میں ایک تقریب



دوستوں کے ہمراہ



ایک یادگار تصویر



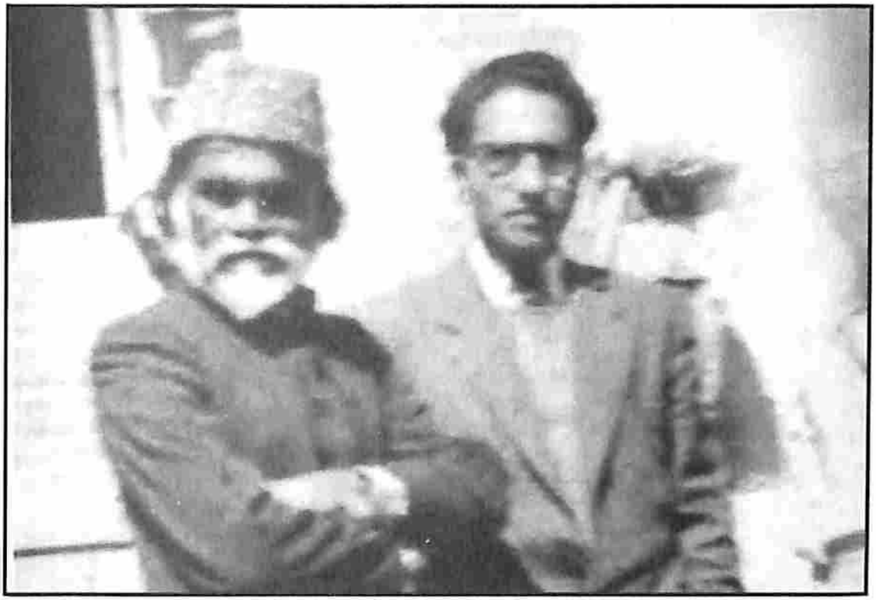
جگر صاحب کا تحفہ



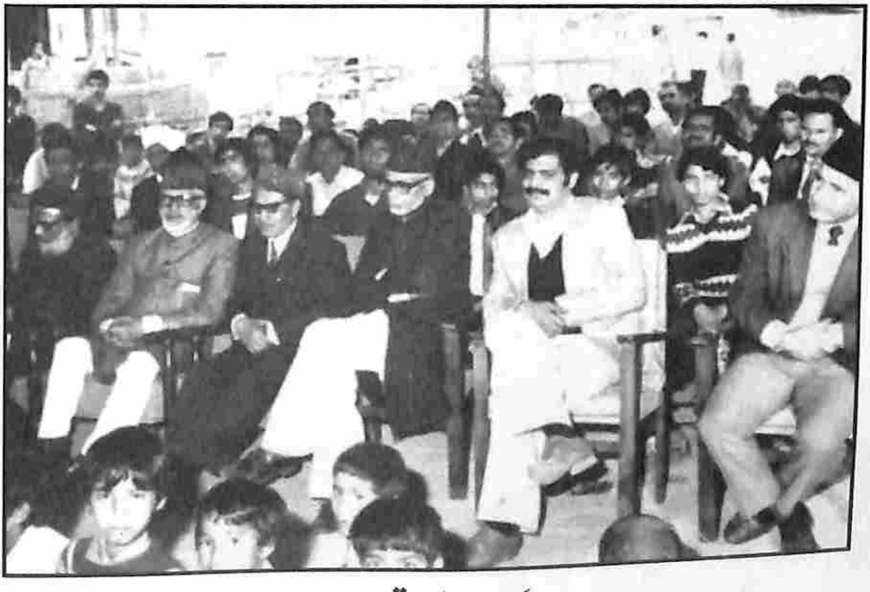
ایک یادگار تصویر



جالندھر 1969ء کا مُشاعرہ جوشؔ ملسیانی اور میلا رام وفاؔ کے ساتھ



برقؔ صاحب جگرؔ مُرادآبادی کے ساتھ



ایک یادگار تصویر



کتابوں کا شوق



دوست احباب کے ساتھ



دوست احباب کے ساتھ



جالندھر 1969ء کا مُشاعرہ کی ایک یادگار تصویر



افراد خانہ کے ہمراہ





افراد خانہ کے ہمراہ



مرقدِ برقؔ، بہاوالدین صاحب سری نگر


کأشُر حِصہٕ

غزل

شہمار تھوٕمتؠ چھِی ژےٚ گنٛڈِتھ کارِ پٮ۪تؠ یے
کیٛاہ مارساتھا گرایہِ پانٔس روز اَتیٛ یے

دُورن تہٕ زُلفن آیہِ رٔٹِتھ گژ ایہِ ماران چھکھ
بے وایہِ گنٛڈِتھ عاشقن دِل پارٕ وٕتؠ یے

مُوکھ چون ڈیٛشِتھ دوکھ چھِ رٔٹِتھ زون دِلس داغ
رُخ چون وُچھِتھ لالہِ وِی تَم ووٚنِدٕ ہیٚتؠ یے

کیٛاہ روز سا تھا سوٚز وٕنے بوز اتیٛ روز
نو روز حُسنٕک چون ڈیٛشِتھ درایے مٮ۪تؠ یے

چھُم راے وَندس پان أندیم واڑِ بہارُک
ییتۍ وَنڈِ وَندس اندرِ وُندس میٚیہ نارِ تُتٔریے

ووتھ آو بہار نیر نیٚبر پھیر جہانس
اَتھ سرِ و قدس شوبہِ نےٚ ژٕنےٚ جامہِ چھٔٹریے

چھُس عشقہِ چانے زَن بو پیچان کھارِ دارس پان
اَتھ سرِو قدس وارِ کرِ ہے نالہِ مٔتۍ ریے

خوشبۆ یہِ ہا خوش خویہِ وولتھٕس مویہِ میٚیہ رویے ہاو
بر دوش ہیتھ چھُکھ بِرِ پھتی پوشہِ پھٔٹریے

امارِ چانے دِتۍ میٚیہ بارو مورکن اندر
ہا یارِ ہا بے عارِ وولُس مارِ مٔتۍ ریے

☆

سورگہٕ پوٚرِچ ہا دوختریے لو

اَسہِ کٔنز مےٚ تھاو ووٚنز ٹھُرٕ ییے لو
سورگہٕ پوٚرِچ ہا دوختریے لو
نٲلی شوٚبہٕ ہی اَطلس تہٕ زٔرییے لو
سورگہٕ پوٚرِچ ہا دوختریے لو

کولہٕ راوٕ راوٕ ڈیٖنٹھ مکھ پوٚرِ ترٛاوان
سورگہٕ ہیٚیہ ہٕنٛدِ باغکی ٹوٚری چھاوان
منٛدٕ چھأوتھکھ کبکِ ڈٔرییے لو
سورگہٕ پوٚرِچ ہا دوختریے لو

وارٕ ڈیٖنٹھ مکھ دارِ کٔنز دُسہٕ شیٖران
ویٚسرٕ یمتی گُلو تہٕ گٔژ حبسہِ پھیٖران
اَشہِ وانہِ ستی پھرنے سگہٕ برٔییے لو
سورگہٕ پوٚرِچ ہا دوختریے لو

اَتھ پھٔلی چاۓنی کھورِ پھٔلی چھِ نۄرآنی
ہیٚیِہ تن چاۓنی آسہِ کیٚاہ ننٛدبأنی
روی چھوٗلمُت چھےٚ کوٗثریے لو
سورگہِ پۄرِچ ہا دوختریے لو

چھُ یہِ انداز کوٗتاہ شاہانہٕ
نازِ انداز کٔنہِ چھکھ تُرکانہٕ
چھکھ انسان کِنہٕ چھکھ پُریے لو
سورگہِ پۄرِچ ہا دوختریے لو

تایہِ تُلنَس چانہِ تھٔزِ گرٛایے بو
مایہِ وۄلتھٔس چھکھ تھدِ پایے لو
کوہ کوٗرتھم دِل بانٛبریے لو
سورگہِ پۄرِچ ہا دوختریے لو

پِتہٕ ساتھا دِتہٕ اَسہِ مشتاقن
چاۂنۍ شوقن تنبلاو اَسہِ ہَن ہَن
جام و مینا تھاو بُرۍ بُرۍ یے لو
سورگہٕ پۄرِچ ہا دوختریے لو

گوم مولوٗم ییٚلہِ گو اَسہِ پیٛوٗند
دۄرِ منٛچھر مرژس نہٕ نکھٕ ٹیوٗٹھ قَند
شار پنہٕ نی میٚہ پانٛس کھٕریے لو
سورگہٕ پۄرِچ ہا دوختریے لو

☆

نُو پڑٕون

دِلن گو جوش پأدا نوجوانَن
سکھر أُچھ اِنقلابٕچ آسمانَن

پدٕن أسی ہٹھ کھسان سانٕن مزٕورن
گُلٕن أسی وَٹھ گرٛھان کھارن تہٕ چھانن
مزورس لیُوتھ گرٛھان اوس بور ساران
خوٕجس أسی ژِتھ گرٛھان پٹھ روبہٕ خانَن

امیرس جُز مرغّن کرویاں اوس
غریبس دٔہ ژھیتے آسان دانَن
دِلَن گو جوش پأدا نَو جوانَن
سکھر أُچھ اِنقلابٕچ آسمانَن

شِلن آسی آش باقی واش ہیٛوٚ دژاو
دوگنہٕ گاٸمتیٚ کمر سیٚدی گٔے کمانن
چلو منٛزٕ تیر زَن گٔے نیرِ نیری
پزر اوسُکھ سیٚزر سیٚوٚد گو کمانن

زیوٚن پیٚٹھ حرفِ حق یینہٕ آو سانٮ۪ن
بجر ونہٕ کیٛاہ کجر ژولنا زبانَن
رتن سانٮ۪ن یمن وَتھرُن وتن اوس
لتَن تل جان ہیوٚت تِمنےٚ زمانَن

یَمو زَن خوٗنِ مُردم اوس کھیٛومُت
چھےٚ تِہنٛدے خوٗنہٕ سَرخی داستانَن
سُرخ رُو مائزِ نَم محبوبہٕ نِےٚ گٔے
ووزٕل وُٹھ چھِم گواہ غنچہِ دہانَن

دِلَن گو جوش پأدا نَو جوانَن
سکھر لُج اِنقلابچ آسمانَن
تِہِے زانِن یَمَن زَن سون ہیُوٗ گو
وَنو کیٛاہ حالِ دِل أسی غأر زانَن

نووُے خوٗناہ رگن سانٛین دَوان گو
نووُے نغماہ بنیو سانٛین ترانَن
نیا کشمیرِ کُنِن بازارِ نے منٛز
نووُے نوو سودہا اَسہِ ترٛوو وانَن

نوٗس پرٛأنِس دِنَن دِتھ أسی نوان گۓ
زمانَن پھِر ورکھ آناً تہٕ فاناً
دِلَن گو جوش پأدا نو جوانَن
سکھر لُج اِنقلابچ آسمانَن

☆

کٔشیر

خلوتن تےَ جلوتن منٛز نور عرفان چھُم بٔستھ
اَولیا تے ریٚش توٚے کھوٚنہِ میٲنہِ منٛز آمُت ژٕستھ

اِبتدا اوسُم بو أسس رٕمتس تل آب آب
ہی تہٕ مَسول لالہٕ وگُل ہٮ۪تھ وَچھس أسس بخواب

رٕمتکی آبن چھٔلِتھ چھوکوِتھ بو ترٲوس پانہٕ دژاو
بالہٕ پانے بالہِ لوٚگ میٚہ عشقہٕ مستی آمہٕ تاو

نبض روٗٹ ؤلی ایزِ دن کٔریٚنَم عنایت خاص خاص
سبز مخمل ہیٚرِ بوٗن وولنم میٚہ شوٗبیٚو سوے لباس

حُسنہٕ کے اِظہارِ گُل پھوٚلی تے پرن پیٚیِٕ مےَ گُلاب
آبشارو زال ؤہروو شاخسارو روٗٹ رباب

تارِ کن تٔنبلیہِ أچھ تےَ آفتابس گاش آو
زوٗنہِ دوٗپ ژایم ڈٮ۪کس دٔج ہوشہِ ڈٔج لٔس داغ ژاو

میٲنٛز حُسنَن وٲلِکۍ کاٚتیاہ تیپہٕ ریٚشۍ تیپہٕ تےٚ مدے
کِتۍ شاعر زالہٕ لگۍ امہِ حُسنہٕ تےٚ خال وخدے

دامنس نالس جُرم کوٚنگ پوٚش حبہٕ خاتونہٕ مےٚ
یوٗسفنہِ انہارٕ کاٚتیاہ گتھ گرِم تمہِ زوٗنہِ مےٚ

دیٖن و دُنیا دِیُت میٚہ دُنیا دارٕ نے دیٖندارٕ نے
پوٗحتہٕ کارولوٚب تہٕ راو روپچھوٚت گرہَن یم ژارٕ نے

خانہٕ ما جَر گو سبٹھاہ میٲنٛن شُرٛن گےٚ نابہٕ کار
پیکھ پیٹھہٕ ظاٗلم تہٕ جابر حیلہٕ گر سرمایہِ دار

"بمب" تہٕ "کھوکھ" اٚسِکھ تھواں کھُکھ لار لار اٚسِکھ کران
دِیل پٹھان راجن ملکہِ اَٹہٕ بارٕ تَم روٗدِکۍ کھسان

کھِے منٛدٕن ٹھگوٚے کنتھ یٚیتہٕ کیٚن کژن تامتھ سِکن
درٕ لدِتھ آسکھ گِنٛدان تَم بالہٕ زَن زٕچھن زنگن

بوٚڈ عذاباہ چھُم مےٚ پنہٕ نُے پوٚشہِ وُن حُسن و جمال
بیٚشتر یٚیمہِ سِتۍ گومُت بوالہوس لوٗکن خیال

مَستِ خواب اٲسۍ یوٗتتھ تامتھ بوٲسۍ غرِق آب
شورِ اِظہارن کوٗرُم مےٚ سینہٕ بریاں دِل کباب

میٚون دامن رٹنہٕ ستی پاک آس سَپدان مکٕرِ
وونۍ دٕچھن کھوور لمان لوٚنچن میٚہ چھم کٕھر تے بگٕرِ

تجرُبن ہیٚچھِ ناوٕنس مُہمن پٔنٕز ہاوم میٚہ وَتھ
اِتحادٕچ تربیت وأژم شُرٕن سوتہٕ چھَم مہ ست

نالہِ تےَ فرٕیاد میانٕن بُلبُلن ہٕند با اثر
چھُکھ شہیدن میانہِ نے ہند وونۍ انٕز سارِنے مژر

"کوہ و صحرا ہمہ معموریِ شوق بلبل
راہ خوابیدہ ہُوئی خندہ گُل سے بیقرار"

غالبؔ

☆

طرحی غزل

سایہِ زُلفن ہُنٛد کرِتھ کوہ ژھایہِ تھاوِتھ گُلعذار
ابرِ گرایو زوٗنہِ ہُنٛد گاہ چھا گژھن زانٛہہ داغدار

ژھالہِ نیٛوان بالہِ ہرٛنن ہنٛدِ انوانے ژٕ چھُکھ
نالہِ میانٛی بوٗزِتھ رٕہتھ گاٸتی کُلین پیٹھ جانوار

پارٕ پارٕ چانہِ امّارہ میٛہ چھُم اندری دِلس
نیٛبرٕ یوٗ دوٗے درٛینٛٹھ لوٗکن بوٗیوان چھُس لالہِ زار

چھُس نہِ کانٛہہ غلہِ دار یا وڑدار یا کانٛہہ ژوٗرٕ ووٗنی
چھُم میٛہ داوٕس لوٗگمُت دِل کیٛاہ رٹیم چوٗن تھانہِ دار

خطِ کاکُل سازگرِ لیٛوکھ مَنٛدِنٛن یارس موٚکھس
"کامہِ دِیو وسہِ شامہِ پٮ۪تھ سُلہِ بأگراوکھ اِشتہار"

برقؔ وۄتھ کر شعلہٕ ریزی میٚژ مویاہ اپزس ژٕ بٕز
از چھُ سُے دوہ یَتھ دوہَس یِژکال کۄر اَسہِ اِنتظار

☆

اہرہ بَلُک آبشار

کشمکشِ حیات

آوِ لاران، دَوان، دوران اہرِ بَلُک آبشار
بال ژھنڈان، وَتہِ گاران، پتہ دَوان بیقرار

کلّہِ چھاوان پَلہِ کنہن، پتھ چھُ تژاوان پتھ وَنن
شُورِ تےَ بٖیہِ زورِ اَہنٛدے دادِ آمتٕی کوہ تہِ نار

روزِ ہے پرٛژھِ ہَس وَنن کیٛاہ چھے ژٕ گُمرٕ منٛز وَنن
چھا یہِ روزان، چھا یہِ بوزان، گُوت کرتَس زارِ پار

آمتٕی دورن دَوُن بوٗزُن تہِ یورُک شوٗبہِ ہیٚس
چھُم نہٕ مولوٗم چھُس وُنٛدس کیٛاہ کیٛازِ چھُس یِژھ لارِ لار

زَن متیٖومُت زن چھِویمُت زَن چھُ سودائی گوٚمُت
چھُس کھران یوٚد پان پنہٕ نُے کیٛاز اَسہِ مٹہٕ کھارِ مار

ووٚنی ڈٔپچھِنی کھوری دَوان ژھالے نِواں ڈالے دِوان
پِل تُلن چھاوَن کلس پیٖڑِ بنہٕ أمِس لوٚگمُت زِ نار

سوٚنتہٕ تے ہرٕدٕچ خبر چھَسنہٕ وثدس رہتہٕ کول زَن
سارِ وأنسے دارِ ہاران اوٚش أمِس ہیٛوٚ پوہ تہٕ ہار

بۆزِمُت چھُم آدنے پیٛٹھٕ تھکھ دِوں، چھُ نہٕ تم ہیون
یوٚت کأژاہ چھُس ہیکتھ کأژاہ اَڈِج کوٚتاہ بَنار

زانہٕ ہے بو عارِفن سائنس تہٕ پیٖرُن نفسیات
وارِ بوٗ وبژھناوِ ہا ونہٕ ہا أمِس یَمہِ کُے ازار

پکھ دِمو وُنی پان پانے أسی تہٕ ما واتَو مولس
پےٚ ہمو یوٗتاہ ہکو تیوٗتاہ ٹُلو وونی اَسہِ تہٕ بار

پیٹھ کوہَن بالن أمِس مالٕیِن صِفتھ کوثر تمن
دارِ بُکنی ووٗٹھ لایِہ اَمہِ منٛز لولہِ ہیٚتھ لولہٕ نار

دِل موٗہتھی ژوٗلمُت أمِس کامُک ہوان وونی پےٚ تٕمِس
سے اتھس ہیٚتھ ژُو پٔژن موٗرِ للہٕ وُن عشقہٕ نار

"عِشق پختہ ہو اگر تو اسکی ہے تاثیر غم
عاشِق صادِق وہی ہے جِسکی ہو تقدیرِ غم"

ژُو دَوِی بالن تہٕ میدانٕن کھسان چھِس فینہ کف
جامہِ چھٕتی آبِ رواںٕکی جایہِ جاے تار تار

صدرٕ بل وأتِتھ پھٕوان منٛز حأرتن راوان تَتی
عشقہٕ تب أندریوم نیٚبر نیرِتھ کھسان کیٛاہ چھُس بُخار

اڑُبر لأرِگتھ آسماں واتاں دِواں آکاش وٕنی
گاہ کرِہُن دیواہ بنان گاہے بنان چھُس لالہٕ زار

ژھینٛز ژھینٛز واتان کوہَن بالن سنگرمالن نِشے
پان چھاوان زورٕ یتُھ ریٚہہ چھُس گنٛڈأنی لولہٕ نار

ہُوے ٹُلان گربز گربز ودان وٕسی وٕسی پھٕوان فالیٛون پتھر
أسی اَسی خندہ کرن چھِس ہی تہٕ کوسم بار بار

زانہِ سُئے یَس آسہِ گُدریومُت بنٛیومُت جانہٕ ہے
نوٚٹ پھُٹان سنٛدرے أرِکس اَسناہ کھرٛن ہُنٛد کارٕبار

شُرمہٕ گُجرٕ زالہٕ لُجرٕ رُمہٕ رُمہٕ گُمہٕ چھُس ہَران
آوٕلنٕز بُڈی بُڈی گرٕ ھان پنٕیہٕ وتھ ہسوان تٕر اوان قرار

ننگ و ناموس دِوان دب سب تہٕ رب زانان گُنی
یَس فِراقن نارٕ بیب بُرٕ مرٕ تمُس کیٛاہ کیٛتھ ورٕ ار

ذوقہٕ وصلکہٕ شوقہٕ مےَ پیٛالن پھِران بالن کھسان
وٕسی پسوان زُوی زُوی مران مُری مُری زُوآنٕ بار بار

اصل ژھارُن، وصل گارُن لولہٕ زر لَلہٕ وُن ونٕدس
زِندٕ روزُن مُری مُری گو زِندٕ گانٕی ہُنٕد بہار

"زِندگی پر کیف ہے گر دِل میں غم مستوُر ہے
زخم کا تب تک مزا ہے جب تلک ناسُور ہے"

غنیمتھ پرٛتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منٛز

سُہ اَسِن نیک یا اَسِن سپٚدٕھاہ بد
سُہ مقبوٗل آسی تَن یا آسٕتن زد
سوزیرک آسٕتَن یا ژور، یا دَد
تمِس یوٚد آسہِ دیٚارو کھورمُت مَد
بێیِس یوٚد فاقہِ وی مرٛ رووُمت کرنز
غنیمتھ پرٛتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منٛز

دِلاور آسٕتن یا کھوژٕ بُڈٕ کانٛہہ
سُہ شُر اَسِن، جواں اَسِن تہٕ بُڈٕ کانٛہہ
پێتی کم پایہِ تتہِ نیٖ پایہِ بُڈ کانٛہہ
گوپھَن پیہرِن انٛدر یا جایہِ بُڈ کانٛہہ
اکھاہ بے زر بێیِس سامانہٕ تے سنٛز
غنیمتھ پرٛتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منٛز

پڑکاش کول اُستن یا رامہٕ پنڈت
کھیوان یِم خون مُردم گلی زِ گُنڈِتھ
ولی پنڈت سوگامُک عَمہ پنڈت
پکان تھانَس دُوہی یِم زنگہٕ گُنڈِتھ
دیوان خانَن چھِ ہُمہٕ، یِمہٕ جیلہٕ نےٚ منٛز
غنیمتھ پڑتھ اکھاہ یَتھ دُنیاہَس منٛز

اکھاہ چاپرٕ کران زینان پنُن ہال
اکھاہ ژھوپہٕ دَم گرِتھ کھیاوان پنُن مال
اکھا سینٛخس یتھے کھاران پنٕنۍ دال
اُکِس بے حاصلس حاصِل دزن تال
اُکِس کتھ پڑتھ اُکِس پوشاہ کلس کنٛز
غنیمتھ پڑتھ اکھاہ یَتھ دُنیاہَس منٛز

أ ِکس محبوبِ جاں معشوقہِ سُنٛد ہون
أ ِکس غم زن پیٚومُت پھمبس اَ بکھ دُون
اکھا ہَن ہن گلدن أندری جِگر خون
اکھاہ ہاراں أچھو ٖکٕنٛز روز و شب خوٗن

بیٚپس زَن ترٛومُت ہر والہِ سی شرٛنز
غنیمتھ پرٛتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منٛز

تھپل طالع اڈٕن أڈی زُو ژٹان ژیوٚٹھ
أڈٕن منزل گرے کینٛژن سبٹھاہ کریوٚٹھ
قہر کینٛژن شکر، کینٛژن زہر میوٚٹھ
اکھا تھپھ تھٕس کران ریشاہ تھوان زیوٚٹھ

اکھاہ پیٚومُت نہٕ لَس ہمتھ نہٕ لَس ٹرٛز
غنیمتھ پرٛتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منٛز

وتن لاران لتن ہُنْد ماز کیٛژن
وتن وُچھ لژھ ڈُوان شہباز کیٛژن
غمُک ناسور دِلن ہُنْد راز کیٛژن
نورے مفلسان زن ساز کیٛژن
أ ِکس معشوق سوے بے ہٕنز وچھکھ ژونز
غنیٖمتھ پرٛتھ اکھاہ یتھ دُنیاہَس منٛز

مچھِ ٹیچل چھُ جوتش ہٕنز کماناہ
حکیمس کولِ کاژر آسماناہ
مَلس تأرِیفہٕ چی لذٕمژ زباناہ
علیٰ ثانی میٚہ چھُم بوٚڈ مہرباناہ
ہَیم یوٚد سُے میٚہ پنہٕ نے براثٕدِ کنہِ گرٛنز
غنیٖمتھ پرٛتھ اکھاہ یَتھ دُنیاہَس منٛز

☆

گرٛیٛوست

لۄکو مکأیے وَوہٕرٛ ڈٲنٛٹھم میٚہ کوہسارن
ژٲڈ ژٲڈ گوٚہَن تہٕ بالن بٕٹھی بیرِ یوٗرٕ کھارن

دُود ہٲنٛٹھ گاوِ ہوٕان خوٗنِ جِگر کھیوان یم
زنٛڈ زال پراٹہٕ ناوِہم اَمہِ نفسینی اَمارن

ترٕ تاپہِ کرایہِ لاران گمہٕ کنہِ خوٗن ہاران
شُری بأژ یِیٹھ ژٹان ژُو کریشان شیٚہہ جارَن

نیرن چھہِ ژوٗر دِنہِ یٚیلہِ رز ہمتٕچ گنٛڈن ہلہِ
پرٛاران سُہ ترٛاوِ باران رحمت امیدوارن

راچھاہ کرن چھہِ دِل دِتھ سأرس دوہَس تہٕ راتس
گُپہٕ نَن چھہِ پتہٕ لاران، ہاپتھ تہٕ پٕژی چھہِ مارن

پرٛأٹتھ، پٕٹتھ وَوَن پھل، وأتِتھ، وَوتھے چھہِ پرٛارن
لۄنتھ، وٕٹتھ کرن گوٚنہٕ چھوٗمبتھ لدان کُٹھاراہ

پھُٹرِتھ پۆتلی اَرامکی ، کنہِ منٛز کڈن چھِ روٗزی
پانٛس ہیون چھِ خواری، کھیاوان چھِ شہریارن
بیرن، بٹھن تہٕ آبس پیٹھ یم لڑاے ہوان مٔلی
پھٹرن چھِ کلہٕ أکِس اکھ لارن چھِ خوٗن ہارَن
ونہٕ کیٛاہ بو، کیٛژ خواری ٹُلی ٹُلی وٹان چھِ پھٔلی پھٔلی
اکھ دُنیاہا پتے چھُکھ آسان تتھ تہِ لارن
رزٕ گنڈ کٔرِتھ کھُراہ اکھ ہیٚتھ چھُکھ ژلان کھُراہ اکھ
ژ اکھاہ گوٗتس انٛدر ہیٚتھ بیٛا کھاہ ژلن تہٕ لارن
أڈی چھِکھ یِوان گرٕہن کیٚتھ، أڈی بوہرِ ہیٚتھ پکان چِھکھ
أڈی جوٗلہٕ ہیٚتھ گرٕھان چھِکھ، کأتیٛاہ ٹُلن چھِ بارَن
''پٹوأری، پیر، باپأری'' اتھ چھِنہٕ وڑی دِیکھ نا؟
ژوٗرس چھُ کھوژنٕے جان تار ما لگان چھِ نارن
خیرات دِوان شُرٕہن ہُنٛد، گُپن تہٕ بێیہِ گُرٕہن ہُنٛد
بانٛڈن تہٕ بأزی گارن، لأنژہَن، عبل ڈارن

رکینہٕ کأری گر تہٕ دوٚہَس تھٲوِمتۍ چھِ پرٛأری پرٛأری
چھانَن رِپٹھ پچھِ گرِمژ گوٚرمُت چھُ پھال کھارن
کرالس چھِ بانہٕ ہیٚتۍ متۍ وستس چھِ کھوٚر تھٲوِمتۍ
گرِ وٕنۍ سوٗنری چھےٚ منٛجمژ یِوٗ جانہٕ ننٛن ٹھمارن
یِمنے کتھَن سنیمتۍ أسی گرٛیست بأژ جوراہ
گگرائے ہِش کریکھا لاے بوٗنہٕ گامہٕ چوکدارن
نٕبرا، کلیٖا، سَتارا، رحمانٕنے سلاما
کھونکھُن نیٚبر کڈیو با خاندر چھُ ذیلدارن
سارِنٕے چھُ ناد شامن أچھ گاش چھُو یہِ گامن
کھوٚژیو مویاہ وُلامن نَتہٕ روزِ جاے پامن
ژادر کٕنیو، تھٲوِو بند کینٛژھا تہٕ وُہد نیریو
گُلہِ میٚوٗتھ تتہِ کرُن چھُو ژھانڈیو سہیل دیٚارن
پھل موٗتھ تہٕ گَتھ کوٚکر پوٚت گرٛژھِ تور ولتہٕ ناوُن
دستار چھُس تھوٗن سیٚوٗد، سُہ چھُ شوٗب سأنۍ ژھارن

تِم ووٗھی مُویاہ ووشاہ ہیتھ دِژ ژنڈ ڈیکس غُلامن
نَم چاٲری مِتر زِ برٛونٹھے اَسِم میٚیہ سوٗ دخوارن

رتھ پھاٹوِتھ نمن یوٗد حاصل گٔیام کینژھا
اتھ موٗری موٗری نیوٗہَم شگ ترٛاو ما قہارن

کھینہٕ میٚٹھ تہٕ نالی ژٕٹی تانی سرمایہِ داری نیٚنم
وَتھرُن وگو تہٕ ڈوٗہم قہرس چھِ کونہٕ تھارن

رتہٕ میانہِ رنگہٕ ناوِتھ رنگہٕ بنٛگلن مندورن
وٕتھراو پرٛنگِ ییٚمو تے ونہٕ کیاہ شراب خوارن

آرام عیش، راحت پُلہٕ ہارِ میانہِ گٕے مَل
میٚیہ نہٕ کالہٕ وَے ہیتھ ییٚم کٔرسین گندان زارن

اَچھ گاشہِ میانہِ پرٛزلان ییٚہندین گرن چھِ بجلی
اَنہِ گاشہِ گٹہٕ انڈر کھوورِ ڈٕچھنی بوسارن

صبرس چھُ پھل تہٕ جبرس آخر سزا چھُ میلان
پاوان آہِ مظلوم فولادِ کیٚن دیوارن

تصنیف بَر غزل ریختہ حبیبؔ

ڈاے پھٕلۍ کھٕتھ دِپاں اَکِس یَڈ ژٕج
بیٚاکھ پھٕل کھار کھٕتھ تھَون ٹوٚپۍ ہٕج
فخرٕ سان کرٕکھ دِوان زِ ''اچھ ماٸج''
''ہرکہِ یٕڈ را ہمیشہ دارد کھٕج!!!
یٕڈ گو از جحیم باشد گج''

استخواں، استخواں تہٕ اکھ اکھ بند
عاشقن عشقہٕ دادِ واتان اند
پوٚز چھُ ٹیوٚٹھ زاہدس اَپُز لوٚگ قند
''دوش رِنداں زہر فر و کردند
مولوی اِعمامہ باشد پٕج''

بے تمیزن خُدا وُچھُم بیزار
تارکوہ لبہِ سُہ یَس نۍ چندس ہار
نس ڈلان تس یِمّس نۍ گانگرِ نار

"در مجالس خجل شود بسیار
ہرکہِ در جیب خود ندارد ذٔج"

ماتم أستن یا خوش روز
ذرِ کُس گرِ گرِ گھرِ کُے سوز
اَحدۍ نِ کُبرۍ نِ، ننہِ وانۍ بوز

"نانِ گرمے چومے خورم ہر روز
چہِ کُنم جستجوی چمچہ ویلج"

چھُم مہ والج شیٚہج کمیٚگ چھُم غم
لاگہِ وِیُوٹھ کوٹھ مہِ ننگۍ ما آسِم
کأنسہِ کیٚاہ ماز چھُم پنُن چھُم ژم

"بہتر از شالِ دیگراں دانم
چادرِ خود اگر چہِ باشد رٔج"

کرٛہنز واتج تہٕ امریکائی میم
دوشہ ووٕنی واتہِ اسہِ کرُن تعظیم
مکرزن چھےٚ مگر کرُن تسلیم
''صدچو ابلیس رادہد تعلیم
زَنِ مکّارہ گرچہِ باشد گٔج''

حرفِ حق ونتہٕ کأنسہِ گوٚو سُہ تباہ
نارٕ ترٛٹھ زَن پییٚس تہِ آس وباہ
پزٕرس چھا زوال میٲنہِ ببا
''راست گو اے حبیبؔ گوکج طبع
سخنت را ہمیشہِ داند ہجٔ''
(سری نگر، جون ۱۹۵۰ء)

☆

تضمین بر غزل مہجور

بالہٕ داءمنٛز جاے رٕٹمٕژ بالہٕ یارَن آسہِ ما
ژھایہِ زُلفن ژھالہٕ ماران ءستیٚ مارن آسہِ ما
ژۄرِ دۄرچہِ گرٛایہِ منٛز نتہٕ موختہٕ ژارن آسہِ ما
''لالہٕ میٚون منٛز شالہٕ مارن ءستیٚ یارن آسہِ ما
جلوٕ ہاوان سبز زارن آبشارن آسہِ ما''

والہٕ واشے لاَ جنَس بو بال کرَنس بدحواس
زیری مُشر اَوٗنَم، پُشرِوونم مژرُک لِباس
نال ژٹہٕ ہا، نالہِ دِمہٕ ہا، بالہٕ یارس چھُمنہٕ پاس
''وبژھنا وِتھ حال ونہٕ ہا چھُم دِلس اندر ہراس
ہیتہٕ گۄر زاگان، ہتن، نوکتن، اِشارن آسہِ ما''

ہول اوُسُم، لولہٕ باغس وارِ وُچھ ہا نو بہار
بول بوشاہ بُلبُلن ہُنٛد بوزٕ ہا ذِکرِ ہزار
نکتہٕ ور ژٲلی وارِ وارِ ے دوکھ تہٕ دأدی تھٲوِکھ میٚہ یار
"پوٚنتہٕ کارَن موٚختہٕ پوٚکھرے پیٹھ وُچھُم روٗژمُت قرار
موٚختہٕ ہاران تار تاران موٚختہٕ ہارن آسہِ ما"

فصل اوُسُم وَصلہٕ گُے تیار ونہٕ کیٛاہ ہالہٕ وَن
چھُس لبن لاران، وحشت چھُم رٹان تل تالہٕ وَن
ژھالہٕ پاٹرٕ الن نِوان چھُس، چھُس رٹان بو نالہٕ وَن
"کوہ تہٕ بال الکہٕ راو وَن گریز ناو دردک آلہٕ وَن
نالہٕ دیاوان سُے صدا جوٚینَن تہٕ آرن آسہِ ما"

یوٚد تہیَم نیاہ نشاناہ زُو بو دو سوزن سوأ لی
روشہِ روشے پوشہِ مالے ہوشہٕ چے ترٛاوس بو نأ لی
سیندرِ خوٚنچہِ ٹیٚوک بو کرٕہَس قسمتکہِ رٕنٛگی کزأ لی
"نٮ۪نٛدرِ پأوِتھ گوم ترٛأوِتھ آسہِ پھیران بأ لی بأ لی
زوٚنہِ ہٕنٛدی پأٹھی چھُنہِ پرٕزلاوان ستارن آسہِ ما"

کوژھ دِژام بازی گرن، پیرن تہٕ بێیہِ جادوگرن
بوٗ پیٛوٗس سادھن، فقیرن تے ریٛشن کوٗتاہ پرن
ووٗنی دِژام وانن، دوکانن جوہرین تے زرگرن
"بازرن ژھانٛجام سبٹھن بێیہِ پژژھام سودا گرن
اُلفتُک سودا کُنٛن ہارن تہٕ دیٛارن آسہِ ما"

کأری نوٗمرِتھ کارِ پٔتی، سُنبل پریشان تے خراب
حالہِ اکہِ گُل لالہٕ حأران ہتھ وچھس دردِچ کِتاب
ہی رٔٹتھ دِی زن دِلن آرے وَنن یژ اِنقلاب
"مَسولن، یٔنبرزلن پنہٕ نبن دِلن منز اِضطراب
پوشہِ موٚت پوٚشن گِنداں منز لالہٕ زارن آسہِ ما"

زاہدن ہُندوے تصوّر، عارفن ہُندِوے خیال
عاشقن ہُندِ درد و سوزُک اِنتہا حُسنُک کمال
نوٗرِ ژھٹہٕ ہُندِ لوٗرِ پارِچ میٛٹھی تے أوِج مِثال
"لولہٕ ہوٚت مہجوٗر سُند دِل اُلفتُک زأیِل خیال
مال ہتھ گرِ زولمُت أمی لولہٕ نارن آسہِ ما"

(سری نگر، ۱۷ ماہ اپریل ۱۹۵۲)



جناب عبدالحق برقؔ مرحوم کی صاحبزادی محترمہ مسعودہ ریاض الاسلام کے ہاں برقؔ صاحب کی بیاض دیکھ کر میں نے مشورہ دِیا کہ اس بیاض کو من وعن شائع ہو جانا چاہیے تا کہ برقؔ صاحب کی شاعری کے حوالے سے ان کے ادبی مقام کا تعین کرنے میں مدد مِل سکے۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ عزیزان قراۃ العین اور نذرالاسلام نے میرے مشورے کو جھٹ سے قبول کیا اور یہ کلام قارئین کرام تک پہنچنے کی سبیل پیدا ہو پائی۔ کِتاب کے عنوان کے بارے میں اتنا عرض کرتا چلوں کہ خود برقؔ صاحب نے اپنی بیاض کے آغاز میں غنیؔ کاشمیری کا شہرۂ آفاق شعر

جمع کردم مُشتِ خاشاکے کہ سُوزم خویش را
گل گماں دارد کہ بَندم آشیاں در گلستاں

نقل کیا ہے۔ راقم الحروف نے اسی شعر سے ''مُشتِ خاشاکے'' کا عنوان منتخب کیا اور مرحوم کے اپنے تخلص یعنی برقؔ کے ساتھ مُشتِ خاشاکے کی نسبت پیدا ہونے کی اُمید بندھی کہ اُن کو بھی یہ عنوان موزون اور مناسب لگتا۔

ایاز رسول نازکی